امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً 300 تصانیف سے ماخوذ

# جامع الاحادیث

## مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ

مرتب

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۴۵۰۰) احادیث وآثار
(۶۰۰) مباحث تفسیریہ اور (۱۱۰۰) افادات رضویہ پر مشتمل علوم ومعارف کا گنج گرانمایہ

المختارات الرضویۃ من الاحادیث النبویۃ والآثار المرویۃ

المعروف بہ

# جامع الاحادیث مکمل

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جلد دہم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر
شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر۔ لاہور

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | •=•=• | المختارات الرضویۃ من الاحادیث النبویۃ والآثار المرویۃ (جلد دہم) |
| عرفی نام | •=•=• | جامع الاحادیث (مکمل) |
| افادات | •=•=• | امام احمد رضا محدث بریلوی قدسرہ العزیز |
| ترتیب وتخریج | •=•=• | مولانا محمد حنیف رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف) |
| پروف ریڈنگ | •=•=• | مولانا عبدالسلام رضوی (استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف) |
| کمپوزرز | •=•=• | مولوی محمد زاہد علی بریلوی۔ مولوی محمد فضل حق بستوی، محمد عبدالوحید محمد منیف رضا، محمد عفیف رضا، محمد نظیف رضا |
| باہتمام | •=•=• | شبیر برادرز اُردو بازار لاہور (پاکستان) |
| تعداد | •=•=• | ۶۰۰ |
| سن اشاعت | •=•=• | ۲۰۰۵ء |
| سن اشاعت ثانی | •=•=• | ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء |

# سورة الشعراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۲۸﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ۔☆

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

﴿۱۲۹﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔☆

اور مضبوط محل چنتے ہوں اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ سیدنا ہود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا: اس آیت کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کیلئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

"ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (آیۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائھا اذ کانوا یھتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیھا فاوردان لا نجوم بالنھار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانھم لا یحتاجون الیھا غالبا اذمر الغیم نادر لا سیما فی دیار العرب"

اس کو کبیر میں ذکر کیا اور اس کی پیروی بیضاوی، ابو السعود اور جمل نے کی، انوار میں فرمایا (آیہ) گزرنے والوں کیلئے نشانی

(تعبثون) تم اسکی عمارت کا مزاق اڑاتے تھے۔ کیونکہ تمہارا کہنا تھا کہ ہم ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں تو اس عمارت کی کیا ضرورت تھے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ دن میں ستارے کیوں نہیں ہوتے ہیں اور بھی ایسا ہوتا ہے کہ رات میں بادل کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے ہیں، اس کا

جواب عنایہ میں یہ ہے کہ وہ بالعموم اس کے محتاج نہیں، کیونکہ بادل شاذ ونادر ہوتے ہیں خاص طور پر دیار عرب میں۔

اقول اولا : لم یجب عن النهار وانما به اکثر الاسفار و ثانیا: ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیه ولو احیانا لا یعد عبثا،قال مع انه لو احتیج الیها لم یحتج الی ان یجعل فی کل ربع فان کثرتها عبث"

اقول اولا: دن میں واجب نہیں اور بیشک اکثر سفر اسی میں ہوتے ہیں۔

ثانیاً: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ نادر ہوتا ہے تو ایسا کام جس کی کبھی کبھار ضرورت ہوتی ہو عبث شمار نہیں ہوتا،فرمایا مع اس کے کہ اگر اس کی حاجت ہے تو یہ حاجت نہیں کہ ہر چوتھائی میں کیا جائے کیونکہ اس کی کثرت عبث ہے۔

اقول: هذا منزع اخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اما کنها المرتفعة تغنی عنها فهی عبث"

یہ دوسرا منزع ہے مگر قاضی پر سے اعتراض کو دور نہیں کرسکتا ہے،فرمایا: فاضل یمنی کہتے ہیں کہ اس کے بلند مکانات اس سے بے نیاز کرتے ہیں تو وہ عبث ہے۔

اقول اول:ا ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراها القاصد من ای مکان قصد وثانیا : هو منزع ثالث وکلا منافی کلام الانوار و بالجملة هو وجه زیف ولا اعلم له سند امن السلف ولقد احسن النیسا بوری اذا سقطه من تلخیص الکبیر"

اقول: مکان اتنے بلند نہیں ہوتے کہ ہر دور دراز کا شخص انکو دیکھ لے۔

دوم: یہ تیسرا منزع ہے اور ہمارا کلام انوار کے کلام میں ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ وجہ ٹھیک نہیں ہے،اور میرے علم میں اس کی کوئی سند سلف سے نہیں ہے اور نیشاپوری نے اچھا کیا کہ اس کو تلخیص کبیر سے ساقط کردیا۔

اقول: وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجة ایضا احسن من تعبیر الکبیر من تبعه کماتری"

میں نے جو تعبیر کی ہے کہ بلاحاجت بناتے ہیں یہ بھی کبیر اور ان کے متبعین کی تعبیر سے

بہتر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔

امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (آیۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) وعزاہ للثانی فی المعالم"

پہلے سے ابن جریر نے روایت کی (آیۃ) میں اور وہ اور فریابی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور منذر کے دونوں بیٹوں نے، اور ابو حاتم نے (مصانع) میں اور دوسرے کی طرف اس کو معالم میں منسوب کیا۔

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصور امشیدۃ وبنیانا مخلدا ولا بن جریر عنہ قال آیۃ بنیان۔"

کبیر نے ذکر کیا، ان کے بعد فریابی اور ابناء حمید وجریر اور منذر اور ابی حاتم نے مجاہد سے، مکان بناتے ہیں اونچے اونچے محل ہمیشہ رہنے والے، ابن جریر نے آیۃ بنیان کہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف جاتے ان پر محل بنائے تھے کہ ان میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے "ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان" مفاتیح الغیب اور رغائب الفرقان میں اس کا ذکر کیا گیا۔ یا سر راہ بناتے ہیں ہر راہ گیر سے ہنستے "ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال" (ذکر کیا بغوی اور بیضاوی اور ابو السعود نے، اختصار کیا جلال نے، اختصار اقوال اصح میں لازم ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۵۱تا۷۵۳)

〈۲۱۸〉الذی یرٰک حین تقوم۔☆

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

(۲۱۹) وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔☆

اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(۲۲۰) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔☆

بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت ۲۱۹ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے آبائے کرام کو ساجدین فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ وہ سب موحد مؤمن تھے، مندرجہ ذیل حدیث میں اسی مطلب کی وضاحت ہے)

**عن** عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الطاهرة مصفى مهذبا ، لا تتشعب شعبتان الا كنت في خيرهما۔ وفي رواية ، من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات۔ و في رواية من الاصلاب الكريمة و الارحام الطاهرة حتى اخرجني من بين ابوي۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں میں بہتر شاخ میں تھا۔ ایک روایت میں ہے، میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تو ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرائمہ طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔ یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی شارح شفا وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے ان کی تائید وتصویب کی۔

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل توحید واسلام ونجات تھے، بلکہ حضور کے آباؤ امہات حضرت عبداللہ وآمنہ سے حضرت آدم وحوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام وتوحید ہیں۔

"قال اللہ تعالی: الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السا جدین" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جوتمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہواور نمازوں میں تمہارے دورے کو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔

اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ وارحام طاہرہ میں رکھوں اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب وطاہر نہ فرمائے گا، "انما المشرکون نجس" بیشک مشرکین نجس ہیں۔ اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔ "فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ" (اللہ تعالیٰ ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۷۳)

# سورۃ النمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۳﴾ اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَاُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ وَّلَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ۔☆

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں (امراۃ تملکھم سے) بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا، تو رعایہ کے آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے، مگر کوئی محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔ (الامن والعلی ص ۸۸)

﴿۳۴﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً اَفۡسَدُوۡہَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً ۚ وَکَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ۔☆

بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

﴿۶۵﴾ قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ۔☆

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سے مراد وہی علم ذاتی وعلم محیط ہے

خالص الاعتقاد۔(۱۲تا۱۴)

(۸۰)اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ۔☆

بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل نزاع (سماع موتی) سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیت کریمہ" انك لا تهدی من احببت " ہے۔اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا"ولکن الله يهدی من یشاء "یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے، یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا:" ان الله يسمع من یشاء " بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ میں ہے:

"الآية من قبیل انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من یشاء "

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا، کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا، خود اسی آیہ کریمہ" انك لا تسمع الموتی " کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

"ان تسمع الا من يؤمن باٰيٰتنا فهم مسلمون "تم نہیں سناتے مگر وہی جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے، مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سنے سے کچھ حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام "الآن وقد عصیت قبل" کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔

علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الآیۃ السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ"

آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

"سماع الموتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب وآیۃ النفی معناھا سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب"

مردوں کا کلام مخلوق سننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورۃ فاطر فرمایا:

"شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعھم"

کفاروں کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

مولانا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا:

"النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع"

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتی سے، موتی کون ہیں؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ "من فی القبور" سے، یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں

کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیر ہا مقامات عز و اکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیر ہا مقامات ذلت و آلام میں۔
امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

"لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وهو الروح"

ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔

شاہ عبد القادر صاحب برادر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، نہیں سن سکتا۔

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء دیکھیں "کما سمعت ولله الحمد" جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ اور ابھی ائمہ و علما کے جواب اور بھی ہیں۔

"وفیما ذکرنا کفایة لمن القی السمع وهو شهید ان الله یسمع من یشاء ویهدی الی صراط الحمید"

اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۷۰۰ تا ۷۰۳)

# سورۃ القصص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۵) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لا قَالَ لَا تَخَفْ قف نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔☆

تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تمام اہل زبان کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ علی کو عند یا باء یا مبالغہ کیلئے لینا اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصول امام شمس الائمہ اور کشف امام بخاری میں ہے۔

اما علی فللا لزام باعتبار اصل الوضع۔ علی وضع کے اعتبار سے الزام کے لئے ہے۔

تحریر امام ابن ہمام اور تقریب امام ابن امیر الحاج میں ہے:

وھو الذی اللزوم ھو معنی الحقیقی۔ لزوم ہی علی کے معنی حقیقی ہیں۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے: منه سر علی اسم اللہ ای ملتزما۔ اس محاورہ سے ہے

اللہ کے نام پر سیر کروم یعنی اسکو لازم پکڑو۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا۔ ارشاد الٰہی ہے:

فجاءته احدٰهما تمشی علی استحیاء۔ ای ملازمة للحیا۔ ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی یعنی وہ شرم کو لازم کیے ہوئے تھیں۔

(شمائم العنبر ۲۹۵۔۲۹۶)

﴿۵۶﴾ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ج وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ۔☆

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے: نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے: نزل فی حرصه ﷺ علی ایمان عمه ابی طالب۔

مدارک التنزیل میں ہے: قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی طالب۔

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے: قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت فی ابی طالب۔

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انها نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعهم علی هذا الزجاج وغیره۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے: لقوله تعالٰی فی حقه باتفاق المفسرین انک لا تهدی من احببت۔

صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین ﷺ نے ابو طالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش

عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزت تبارک وتعالیٰ نے آیۃ کریمہ اتاری۔ یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے، اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم لعمہ وزاد سلم فی اخری عند الموت ) قل لاالہ الا اللہ اشھد لک بھا یوم القیمة، قال لولا ان تعیر نی قریش یقولون انما حملہ علی ذلك الجزع لاقررت عینیك فانزل اللہ عزوجل انك لا تھدی من احببت ولكن اللہ یھدی من یشاء۔

معالم ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل السلیم وخازن وفتوحات الہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

ایمان ابوطالب۔(۹ تا ۱۰)

# سورۃ العنکبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۶۹﴾ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔☆

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دُنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں، باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو (اس آیت میں بیان) فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶۴۴/۵)

# سورۃ الروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔☆

رومی مغلوب ہوئے۔

## (۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابا بکر رضی اللہ تعالی عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالی "الم غلبت الروم" قالت لہ قریش :ترون ان الروم تغلب قال :نعم ،قال: ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :اذھب الیھم فزدفی الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر ومشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک لان مالھم انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق یاخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منھم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروع یکون غدرا الا انہ لا یخفی انہ انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالھا المسلم وقد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزیادۃ للمسلم الی العلۃ وان کان اطلاق الجواب خلافہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

فتاوی رضویہ قدیم (۹/۲۔۲۹۳)

(۲۱) وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔☆

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے۔

**عن** محمد بن عبداللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْأَةِ لَشُعْبَةً مَاهِيَ لِشَيْءٍ ۔

حضرت محمد بن عبداللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے درمیان اتنی محبت ہوتی ہے جو دوسرے کسی سے نہیں ہوتی۔

فتاوی رضویہ ۲۶۵/۵

﴿۳۱﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔☆

اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلاشبہ صدہا صحابہ کرام وتابعین عظام ومجتہدین اعلام وائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارک صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم کی اس آیت سے مستفاد۔

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا، اس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے، جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیت نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق ونا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۱۹)

(۳۹) وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ☆

اورتم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال پر بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دونے ہیں۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"الم تر الی الرجل یقول للرجل لا مولنك فیعطیه فهذا لا یربوا عند الله لانه یعطیه لغیر الله لیثری ماله"

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا پھر اسے دیتا ہے تو دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھادوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

"کان هذا فی الجاهلیة یعطی احدهم ذاالقرابة المال یکثر به ماله"

یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواهما ابن جریر۔

دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم ومواسات پر مشتمل تھا جبکہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے، ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو (۹ و ۱۰) میں ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے: "لعب فلان اذا کان فعله غیر قاصد به مقصدا صحیحا" (جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے، لعب فلان۔ ت)

سادسا: غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی

معنی کو ادا کررہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم ودہم اوضح واخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول ثمین وجمل "العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح" (عبث لعب بے فائدہ جن میں غرض صحیح نہ ہو۔ت)

سابعا: ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور بغرض صحیح ہے تو (۱ و ۳) کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہوں گے۔

ثامنا: شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد وقیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں "لانہ غیر مفید" (اس لئے کہ یہ غیر مفید ہے۔ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہوسکتا ہے اس تقدیر پر (۲) اول اور (۴) سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول: مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرع نہیں اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا آنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلا کراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہوگیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۳۴۷تا۳۴۷)

(۴۷) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ کَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ☆

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

## ﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یاتی امرالله وهم علی ذلك غالبا" میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچائے گا حتی کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں، شدنی ہوکر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اسکے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اسلام اہل سنت ہوگا۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی انشاء اللہ وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے، بہرحال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے، یعنی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انہیں پر "زلزلوا زلزالا شدیدا" خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ کو ختم فرمادے اور "الا ان نصر الله قریب" سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ کی بشارت سنادے۔ "حسبنا الله ونعم الوکیل"۔

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان ومال جنت کے عوض خریدے ہیں، "ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة"۔ بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

مگر ہم ہیں کے مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار۔ ہندی مسلمانوں میں طاقت کہاں کہ وطن ومال وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا

ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی تھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے، ایک عورت نے ایک چین وچنان جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہوگیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف کوٹھری چھبیس ہزار روپے کی خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملتی تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جارہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہورہی ہے زمین کی تہہ میں ہے، پھر کس بات کی امید کی جائے، بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اول تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے، نہ ہرگز اس کو نبھائیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوا چاہیں گے جن کی گذر بغیر یورپین اشیاء کی نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنوں نے نبایا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہیے تھا کہ۔

اولاً: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت

وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھرتانبا صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اوراس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگراور سوطریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اوراس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اوران کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی ورآئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہو چلی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی تو یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصلِ اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چاردانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اوراسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا" فانا للہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۴۲ تا ۱۴۵)

(۵۱) وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ۔☆

اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

(۵۲) فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔☆

اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کا پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دیکر پھریں۔

(۵۳) وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ط اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔☆

اورنہ تم اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر

ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

## ﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعینہ اس طرح "انک لاتسمع الموتی" سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے:

سورۂ فاطر میں:

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ط ان اللہ یسمع من یشاء ط وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر"

بیشک تمہارا سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں کو کیوں پکار رہے ہو، وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامساً: قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلام پاک اترتا تو فاطر والی آیت نمل وروم میں کی ایک کافی تھی، "انک لا تسمع" جدا اور "ما انت بمسمع" الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل وروم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لئے ایک بار "انک لا تسمع" آخر تک سناتے پھر اسی وقت "فانک لا تسمع" آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا

سادساً: ظاہر حس وعقل بالبداہۃ جسم میت کے معطل وبے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن کریم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذاً باللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجما بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگایا تھا، یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا رد اترا، تمہارا ایمان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو

سابعاً: اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکور آیت کریمہ " فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم، وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ " تو انہیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ کے باب سے ہیں، جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی قسم پر رد وانکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا " ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من في القبور " یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی ملا کے فہم خوار وذلیل " والحمد لله الهادي الى سواء السبيل " اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مجبور، لھذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد واسانید میں یہ تین امور بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علمائے کرام کے کلام دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام ونقض وابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔

مثلاً:

دلیل: ۴۔ بحث دیکھئے کا ہے کی ہے ایمان کی۔ اور باجماع حنفیہ وتصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف میں انسان وزید وآن وتو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور داوری وچالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل: ۵۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میت نہیں مگر بدن، خود

اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا: "الروح لا یموت لکنه زال عن قالب فلان والله تعالیٰ قادر علی اعادته" یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے:

"واللفظ للرمز ، الکلام للافهام فلا یتحقق فی المیت" اورالفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں: کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے: "والموت ینافیه" اور موت اس کے منافی ہے۔

اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے:

"من قال ان ضربتك فعبدی حرفهو علی الضرب فی الحیاة فلو مات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن و الایلام لا یتحقق فی المیت"

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے' یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو حانث نہ ہوتا، اس لئے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رسانی میت کے حق میں متحقق نہیں۔

اسی فتح القدیر میں ہے:

"لا یتحقق فی المیت لانه لا یحس" میت کے حق میں متحقق نہیں، اس لئے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔

اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:

"الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لا یتصور" ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں اطلاق کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا

ہے نہ ادراک، بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرماچکے: "الروح لا یتغیر بالموت" روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔

دلیل:۷۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، ادراک نہیں، تألم نہیں، تو عذاب قبر کیسا؟ تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس کے اوپر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے، اسی مائۃ مسائل عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

"ومن یعذب فی القبر یوضع فیه الحیاة علی الصحیح" جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کر دی جاتی ہے۔

اسی میں کافی سے ہے:

"عند العامة یوضع فیه الحیاة بقدر ما یتألم لا الحیاة المطلقة، وقیل یوضع فیه الحیاة من کل وجه"

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی ہے۔ اور کہا گیا اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

"وعذاب القبر یوضع حیاة جدیدة فیه وهو قول عامة العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی فان عنده یعذب المیت من غیر حیاته"

عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علما ہیں بخلاف ابو الحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس وادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لئے یک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کے اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرما دیا، بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

"فی قبره توضع فیه الحیاة بقدر ما یحس بالألم، حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا یتمیز الاجزاء بل هی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیاة

فی تلك الاجزاء التی لا یاخذھا البصر و ان اللہ علی ذلك لقدیر الخ و قد تقدم تا ما فی المقدمۃ الثالثۃ ۔"

اس لئے کہ اس میں احساس نہیں، اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے اجزاء اس طرح بکھر گئے باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی میں خلط ملط ہو گئے پھر اسے عذاب دیا گیا تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشبہہ اللہ تعالی اس پر ضرور قادر ہے الخ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے! کسے میت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہو گئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی۔ ہاں وہ کیا جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تو دۂ خاک ہے، تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے "وللہ الحجۃ السامیۃ" اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔

دلیل: ۸۔ انہیں کتب کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" سے استدلال کیا اور بر ظاہر کہ "من فی القبور" نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انہیں امام عینی شارح کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

"فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال ما یکون المیت قلت ان کان سعیدا کان روحہ فی الجنۃ و ان کان شقیا ففی سجین علی صخرۃ فی الارض السابعۃ ۔"

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں، ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع

دلیل: ۹۔ نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دلیل لائے، اور انشاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں ادراک روحانی کی مثبت و مقر۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۷۹تا۸۸۴)

# سورۃ لقمان

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۔☆

اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا۔

### ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبدالرزاق وفریابی وسعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمۃ اور حاکم بافادۂ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی:

"قال ان اول شئی خلق اللہ القلم وکان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السموات ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظھر النون فاضطرب النون فمادت الارض فاثبتت بالجبال"۔

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا، پانی سے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے، پھر مولی عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پشت ماہی پر ہے مچھلی تڑپی زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔ "کما قال تعالی۔ والجبال

اوتادا۔ وقال تعالی: والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔" مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی" مااصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر" تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔ اور وجہ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ وتعالی نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں، جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنے ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے، جبل قاف جس کا دور تمام روئے زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہوئے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہوکر پہاڑیاں ہو گئے، کہیں سطح تک آکر تھمے رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوان سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سہل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں، مگر اندر اندر قاف کے رگ وریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الہی عزوجل فرماتا ہے "والعیاذ برحمتہ ثم برحمۃ رسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم" قاف کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو جنبش دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت یہاں تک کہ بعض جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے، یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہوکر نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے، والعیاذ باللہ تعالی۔ زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دخانی مادہ ہے جنبش کے سبب منافذ زمین متسع ہوکر وہ بخار و دخان نکلتے ہیں۔ طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ ان کا خروج بھی سبب زلزلہ کا

مسبب ہے۔

امام ابوبکر ابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابوالشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی:

قال: خلق الله جبلا يقال له ق محيط بالعالم وعروقه الى الصخرة التى عليها الأرض فاذا اراد الله ان يزلزل قريته امر ذلك الجبل فحرك العرق الذى يلى تلك القرية فيزلزلها ويحركها فمن ثم تحرك القرية دون القرية"

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ سے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری بستی میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف — دید کہ را کز زمرد بود صاف

گرد عالم حلقہ کردہ او محیط! — ماند حیران اندران خلق بسیط

گفت تو کوہی دگرہا چیستند — کہ بہ پیش عظم تو بازلیستند

گفت رگ ہائے من اندان کوہہا — مثل من نہ بوند درفرو بہا

من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عروقم بستہ اطراف جہاں

خلق چو خواہد زلزلہ شہر مرا — امر فرماید کہ جنباں عرق را

پس بجنبانم من آن رگ را بقہر — کہ بداں رگ متصل بودست شہر

چوبگوید بس شود ساکن رگم — ساکنم وز روئے فعل اندر تگم

گوید آنکس کہ نداند عقلش ایں — زلزلہ ہست از بخارات زمیں

ایں بخارات زمیں نہ بود بداں — زامر حق است واز اں کوہ گراں

مور کہ بر کاغذ دید او قلم — گفت با مور دگر ایں راز ہم

کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد — ہمچو ریحان و چو سوسن زار ورد

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — ویں قلم در فعل فرع ست واثر

گفت آں مور سوم از بازوست کاصبع لاغر ز زورش نقش بست

ہمچنیں میرفت بالا تا یکے مہتر موران فطن بود اند کے

گفت کز صورت نہ بینید این ہنر کاں بخواب و مرگ گردد بے خبر

صورت آمد چون لباس و چون عصا جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا

بحر العلوم قدس سرہ فرماتے ہیں: ایں ردست بر فلاسفہ کہ میگویند بخارات در زمین محبوس می شوند بالطبع میل خروج کنند واز مصادمت ایں ابخرہ ترق اتصال اجزائے زمین می شود وزمین درحرکت می آید وایںست زلزلہ، پس مولوی قدس سرہ بدایں قول می فرمایند کہ قیام زمین از کوہہاست ورنہ درحرکت می ماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش میدہد زمین را بامر اللہ تعالی۔

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہا کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں کی قوت بازو سے، بازو کی طاقت جان سے ہے، تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم، انگلیوں، بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۃ اللہ سے کوہ قاف کی تحریک ہے، اس تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں جنہیں فلسفی یا طبعی والے کہئے صدمۂ بخارات کو سبب زلزلہ سمجھ لئے، بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن و بدعقل ہیں، انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا انہوں نے سبب کے دو مسببوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرالیا وباللہ العصمۃ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۰تا۱۹۲)

﴿۳۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ☆

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔ اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے کہ کچھ نہیں پتہ کہ

موت کس زمین میں ہوگی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۶۵)

عجب نہیں کہ بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم وخصوص کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز ازل سے روز آخر تک کے تمام "ما کان وما یکون" کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہوگئیں جنہیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا۔

اقول: اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا، کیا ہم نے تجھے القا نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے علم ہو اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو، رہا مطلق علم عطائی خود اللہ عزوجل کے ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لئے ثابت ہے، کیا تو نے نہ جانا کہ "ما کان وما یکون" کا علم اس نبی کریم علیہ وعلی آلہ اکرم الصلاۃ والتسلیم کے لئے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے ائمہ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اور علماء کی عبارتیں صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو، کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو، کیا تمہیں علم نہیں، کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ نے ایسی نفی کی جوٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرمادیا جس سے عدولی ممکن نہیں، تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہوا اور وجوہ تطبیق سے کانوں کو زیور پہنا چکے تو گو یا تم کان لگاتے ہو اور سنتے نہیں اور آنکھ اٹھاتے ہو اور دیکھتے نہیں، اب اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ ان کو اپنے غیر پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں کوئی زیادتی ہو تو اللہ تعالیٰ کا پتہ بتانا اور غیبوں میں جاری ہوتا ہے ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہوجائے گی کہ اب یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہوگئیں کہ بتانے سے معلوم ہوجاتی ہیں۔

اقول اولا: ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے، تو روش مناظرہ پر گفتگو چاہے تو یہ دعوی تو نے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے، آیت تو اس طرح ہے:

بیشک اللہ تعالی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا۔

تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں۔ ہے کہ یہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ خاص ہونے میں اور زیادہ خصوصیت، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصر و تخصیص پر دلالت کرے، جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے۔ اور ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے سمع و بصر و علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے: اس نے تمہارے لئے بنائے کان اور آنکھیں اور دل۔ اور اسی باب سے ہے موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمانا: کہ میرا رب بھٹکتا نہیں اور انبیا بھی بھٹکنے سے پاک ہیں، اے قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے: بیشک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں، اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ثانیاً: ہم نے اختصاص مانا مگر پانچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی انکی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہو تو مفہوم اللقب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیا کا نام لیکر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے۔ اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے، اس لئے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم عدد کی طرف پھیرو (یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لئے یہ حکم نہیں) اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کرکے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد در بارۂ اعتقاد نا مفید اعتماد، ہم نہیں مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو، کیا تو نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتنی کثیر عطاؤں سے خاص کیے گئے ہیں جنکی گنتی اور شمار نہ ہو سکے، اور حدیث دوسرے طریق سے یوں آئی کہ میں انبیا پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں میں تناقض

ہو جائے گا۔ پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات کہی گئی ہے جو دوسری میں نہ شمار ہوئی۔ تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ ائمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی، اور بندۂ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ "البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے، اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں، اور خصائص جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے، تو کہاں پانچ اور کہاں چھ، اور جو شخص جامع صغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ثلث اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کرلے گا کہ ایسی جگہ عدد کہیں حصر کا حکم نہیں کرتی، اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے۔

اقول وباللہ التوفیق: ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند وبالا، جلالت نو طرز خوش نما، اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی ذلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے، تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ وتعالی نے القا فرمایا، جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب ملکر بھی اور غیبوں کے ہزارویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے، تو اللہ تعالی غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے، اور اس کی ہر صفت غیب ہے، اور برزخ غیب ہے، اور بہشت غیب ہے، اور دوزخ غیب ہے، اور حساب غیب ہے، اور نامہ اعمال غیب ہے، اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے، اور قبروں سے اٹھانا غیب ہے، اور فرشتے غیب ہیں، اور ان کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں، اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں، اور معلوم ہے کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالی نے اس آیۂ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے، تو انہیں اس لئے نہیں گنایا کہ یہ غیبت وخفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا، اور وہ کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے، رمل سے، لزوم سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے، اور پانسوں سے، اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں، اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کیں مثلاً ذات وصفات الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے، اور نہ ان

چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلانے والوں کی فنون میں کوئی راہ تھی، وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا اور کہاں ہوگا، اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا، اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان، اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مر جائے گا، تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے، بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں، اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی انہیں باتوں کی جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت، تو اکا دکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے، اور بیشک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت خاص حادثوں کی بہ نسبت عام کے لئے بہت زائد ہے اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کی موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کرسکیں، اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارا کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت وضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو، تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر، اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں، اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں، اور جدھر کا پلا ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قران اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل ومشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانہ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام میں تھا، اور معلوم ہے کہ حساب سے آنے والے قران بھی یوں ہی معلوم ہوسکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دنوں رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں، یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے، تو قیامت کے ذکر سے ان پر توضیح فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی

اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا مگر تم نہیں جانتے، تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو، تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے، اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اسے خوب مضبوطی سے سمجھ لو کہ یہ اس کرم والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کے فیضوں سے ہے اور نبی رحیم علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والتسلیم کی مدد سے اس وقت تازہ ذہن میں آنے والا۔

ثالثا: ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم فرمادو کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا، اور ہم سب پر ایمان لائے، اس لئے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے، اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو وشرف ودقت ولطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

اقول: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوائے اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لئے نہیں سوا اللہ کے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبیب کے اس قول کو فرمایا، سن لو ہر شئی بے حقیقت ہے سوا اللہ کے اور ہمارے یہاں قرار پاچکا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں، اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا، اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں اور ایمان کا مدار پہلے پر ہے، اور صلاح کا مدار دوسرے پر، اور سلوک کا تمام تیسرے پر، اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے اپنے احسان وکرم سے آمین۔

اور بیشک سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بیشک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں، اور بیشک آپ اے طیب وطاہر آباء وامہات کے فرزند! تمام رسولوں

سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ سے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جایئے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی (کہ اللہ کے سوا کوئی شئی نہیں) اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اقول: سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمائی۔

دوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر امین بنایا، اور جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو اس پر امین کیا ہوگا۔

سوم اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت عطا ہو چکی ہے جیسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی، نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ ابھی حضور کو شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت ہی کے دن اس کا اذن ملے گا، وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں، اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو۔ اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوکر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

چہارم اس پر ایمان لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیہ کا پیشوا (اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کیلئے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہیگا اسکا شفیع کردیگا کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہوگی نہ اس گنہ گار کی جس نے توبہ نہ کی۔

پنجم سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔

ششم پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے

اس سے ترقی کر کے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کر دیا اور یہی حق ہے، اور سب شفاعت کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل کے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ہفتم انہوں نے ثابت کیا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے، اس میں پیشوائے وہابیہ (اسمعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے، پھر اوروں کی کیا گنتی، تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو۔ اور بیشک حدیث ناطق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ سب باتیں برقرار رکھیں، یہ سمجھ لو اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں۔

اقول: تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے علم سے بالکل نفی فرمائی اس لئے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعوی نہیں رہتا۔ اور ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تیری ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، تو ملائکہ نے حقیقت عطائی پر کلام کیا تو وہ استثنا لائے، تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے، ان سب پر درود و سلام، پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کر دیا کہ بیشک تو ہی ہے علم والا حکمت والا، یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کہ کوئی بے عطائے الٰہی کچھ نہیں جانتا، تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الٰہی جانے، اور ہمارے بعض اصحاب نے روض النفیر شرح جامع الصغیر من احادیث البشیر والنذیر سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں: رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ کو خود بخود کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، لیکن کبھی خدا کے بتائے سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہاں ان کے جاننے والے موجود ہیں اور ہم نے ان کا علم کئی شخصوں کے پاس پایا جیسا کہ ہم نے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کہ کب انتقال کریں گے، اور پیٹ کے بچہ کو عورت کے زمانہ حمل میں جان لیا اور اس

سے پہلے، انتہی۔

میں کہتا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور اور امام اجل نور الدین ابی الحسن علی لخمی شطنوفی کی بہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبد اللہ یافعی کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفاخر اور ان کے سوا اولیاء کرام کی اور کتابوں میں اولیاء کرام سے اس باب میں بہت روایات ہیں جن کا انکار نہ کریگا مگر محروم، اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔ اور اسی طرح امام ابن حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ان پانچ میں علم غیب عطا ہونے کی تصریح فرمائی جہاں فرماتے ہیں: انبیا اور اولیا کا علم اللہ ہی کے بتانے سے ہے اور ہم جو کچھ ان سے جانتے ہیں وہ انبیاء واولیاء کے بتائے ہی سے ہے، اور یہ وہ علم الٰہی نہیں جو اس کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں سے ہے جو قدیم ازلی دائم ابدی ہیں، بدلنے اور حدوث ونقصان کی علامتوں اور ساجھے اور بانٹے سے منزہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اس کے منافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو غیبوں کا علم دینا، یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کی نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا انتہی۔

اور اسی لئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے نیچے کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یوں فرمایا: کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ چیزوں کو بے خدا کے بتائے اپنی عقل سے کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ یہ پانچوں ان غیبوں میں سے ہیں جو بے اللہ عزوجل کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

اور یہ ہیں امام اجل بدر الدین محمود عینی کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان پانچوں غیبوں کے جاننے میں کسی کے لئے طمع کی جگہ نہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیۂ کریمہ کو کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان پانچ سے تفسیر فرمایا، تو جو کوئی ان پانچ میں سے کسی کا دعوی کرے اور اس علم کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہ بتائے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے انتہی

تو دیکھو صرف اسے جھوٹا بتایا جو ان پانچ کا علم اپنے لئے بغیر واسطہ عالم ”ما کان وما یکون“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے، تو نہایت بلند آواز سے پکار کر یہ فائدہ بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتادیتے

ہیں، نا گزیر علامہ ابراہیم بیجوری نے شرح بردہ شریف میں تصریح فرمادی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ پانچ غیب بتادئے انتہی۔

اقول: یہ پانچ تو جیسا ہم بیان کر آئے نہایت کھلے ہوئے غیبوں میں سے ہیں جنکا شمار وہی جانے جس نے بتایا، جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ کیا ان ظاہر باتوں میں جو باڑہ کے کنارے رکھی ہوئی ہیں ان سے بخل کرے گا اور مضمون کو شنوائی نے جمع النہایۃ میں بطور حدیث کے بیان کیا کہ بیشک مروی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ لے گیا یہاں تک کہ حضور کو ہر شے پر اطلاع بخشی انتہی۔

میں کہتا ہوں: اور بیشک ہم وہ آیتیں تلاوت کر چکے جو اس مطلب کی تصریح فرمارہی ہیں اور وہ صحیح حدیثیں جو اس مضمون کو صاف بتارہی ہیں۔ نیز اس میں بعض مفسرین سے یہ عبارت نقل کی کہ ان پانچ غیبوں کو اپنے پاس سے بذات خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بالواسطہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں انتہی۔

میں کہتا ہوں: بلکہ اب تو وہ غیر خدا کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں واسطہ ہونا محال ہے، کتاب ابریز میں اپنے پیرومرشد ہمارے سردار عبدالعزیز سے نقل فرمایا کہ اس آیت میں جو پانچ غیب مذکور ہیں ان میں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور پانچ غیب حضور پر کیوں کر مخفی رہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث، پھر کجا وہ جو تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں، وہ جو ہر شے کے سبب ہیں، وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہی۔

میں کہتا ہوں: ساتوں قطب سے ابدال مراد ہیں کہ وہ ستر ابدال کے اوپر دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں، نیز ابریز میں انہی سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچ غیبوں کا معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا ہے حالانکہ حضور کی امت مرحومہ میں سے کوئی صاحب تصرف تصرف نہیں کر سکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے انتہی۔ تو اے منکرو! ان کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب نہ کرو کہ ان کی

تکذیب دین کی بربادی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالی مکر نے والوں سے انتقام لیگا، اللہ تعالی اپنے عارف بندوں کا صدقہ ہمیں پناہ دے، آمین۔

الحاصل قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شے کے لئے تفصیل اور روشن بیان ہے، اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھا نہ رکھی اور ان آیتوں اور منفی علم غیب میں تطبیق ظاہر وروشن ہو چکی تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

رابعا اقول: اور اللہ ہی کی قوت سے دلاان کرتا ہوں، اے یہ شخص کہ دعوی کر رہا ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ کو زیادہ خصوصیت ہے تو اس سے کیا مراد لیتا ہے یہ کہ ان میں سلب عموم ہے نہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب (یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا) تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ کے جتنے غیب ہیں سب بتادئے گئے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالی نے انبیاء کرام یا خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتادئے جن میں کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ یہ سب کے سب حضور کو نہ بتائے اگر چہ ان میں بعض بتادیے، برتقدیر ثانی حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ان پانچ میں سے اصلا کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتادیا، پہلے معنی یقینا باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے اصلا پردہ نہ رہے، نیز حضور کا علم جملہ سلاسل متناہیہ کو محیط ہو جو غیر متناہی در غیر متناہی بار ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلسنت قائل نہیں کہ وہابیہ جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی پر کمر باندھی ہے، اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم ان کے لئے جسے اللہ نے دینا چاہا ضرور ثابت ہے۔

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ تعالی عنہما نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گذری حضور نے فرمایا: تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا، ام الفضل نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے حمل کہاں

سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں، ارشاد ہوا: بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل فرماتی ہیں: جب لڑکا پیدا ہوا، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منھ میں ڈالا اور اس کا عبداللہ نام رکھا، اور فرمایا: لیجاؤ خلفا کے باپ کو، میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا، فرمایا: بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی، یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا، یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔

اقول: تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور وہ جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے، وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اور وہ جان لیا جو کئی پشت نیچے تک پیٹ کے بچے کے پیٹھ والے کے پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا: انہیں میں سے سفاح ہے، انہیں میں سے مہدی ہے،

اور مدینہ کے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المومنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتر والیں، جب صدیق اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المومنین سے فرمایا: اے پیاری بیٹی، خدا کی قسم کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں، اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں پر سے اتر والو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لئے ہوتے تو وہ تمہارے ہوتے اور آج تو وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ ام المومنین نے عرض کی: اے میرے باپ! خدا کی قسم اگر اتنا اور اتنا مال ہوتا میں جب بھی چھوڑ دیتی، میری بہن تو ایک اسما ہے دوسری کون ہے؟ فرمایا: وہ جو بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے، میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اور ابن سعد نے طبقات میں یوں روایت کی کہ صدیق نے فرمایا کہ وہ بنت خارجہ کے

پیٹ میں ہے میرے دل میں الہام کیا گیا کہ وہ لڑکی ہے، تو اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، اس پرام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اور بیشک بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بچہ دان پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ وہ بچہ کی صورت بناتا ہے نر اور مادہ، اور خوبصورت اور بدصورت، اور اس کی عمر اور اس کا رزق لکھتا ہے، اور یہ کہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت، تو وہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس پر کیا گزریگا۔

اور صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کل ضرور یہ نشان اس مرد کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے، وہ اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولی علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے موکد کر کے بیان فرمائی تو حضور کو یقینا معلوم تھا کہ میں کل کیا کروں گا۔

اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا، تو انصار کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے فرمایا: ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی اور ہمارا انتقال بھی وہاں ہے جہاں تمہاری موت، یہ حدیث مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی۔

اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا: اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔

اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اعلان دیا تو وہ چلے یہاں تک کہ بدر میں اترے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس سے بتایا کہ یہ فلاں کافر کے پچھڑنے کی جگہ ہے، اور یہ فلاں کی، انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جہاں

ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری، اس سے اصلا تجاوز نہ کی۔

اور انہیں کی حدیث میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمادی تھیں کسی نے اس حد سے خطا نہ کی، یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

اور یہ ہیں ہمارے سردار علی کرم اللہ تعالی وجہہ جب وہ رات آئی جس کی صبح انہوں نے شہادت پائی، رات میں بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے، اور فرماتے خدا کی قسم نہ میں غلط کہتا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا، یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا، اور بطیں حضور کی طرف حضور کے مواجہہ میں چلاتی ہوئی آئیں لوگوں نے ان کو ہانکا فرمایا رہنے دو کہ یہ نوحہ کررہی ہیں۔

اور رسول اللہ کے صحابہ میں سے، ایک صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ تعالی عنہ یقیناً جانتے تھے کہ کس زمین میں ان کا انتقال ہوگا۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس بارے میں کلام اصحاب کرام و اولیائے عظام (اللہ ہمارے لئے انہیں دونوں جہان میں نفع بخش فرمائے) ایک سمندر ہے جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اسکے پانی کا سارا انبوہ کھینچے نہیں کھنچتا لیکن میں ایک حدیث جو قائم مقام بہت سی حدیثوں کے ہے ذکر کرتا ہوں جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور خبیث دل جل جائے۔

امام اجل عارف افضل ولی اکمل، شیخ القراء عمدۃ العلماء زبدۃ العرفا، سیدنا امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی مصری وہ ہیں جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حصن حصین نے اختیار کیا، اور انکی مجلس میں امام فن رجال شمس ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی، اور طبقات قراء میں ان کو ذکر کیا اور انہیں سراہا، اور امام اجل عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے مرآۃ الجنان میں انہیں امام کہا، اور بڑے بڑے جلالت وعظمت والے القاب سے اذا کیا، اور امام جلیل القدر جلال سیوطی نے حسن المحاضرہ میں امام یکتا فرمایا، وہ اپنی کتاب مستطاب چمکانے والی انوار کی، اسرار کی جامع جو اس کے لائق کہ سینوں پر خنجروں سے تحریر کی جائے، یعنی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار وہ کہ جس کے متعلق شیخ عمر عبدالوہاب فرضی حلبی نے فرمایا کہ در حقیقت میں نے اس میں

تلاش کیا تو میں نے کوئی نقل ایسی نہ پائی جس کی متابعت کرنے والے نہ ہوں اور اکثر نقول اس میں وہ ہیں جنہیں امام یافعی نے اسنی المفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین اور شمس الدین ترکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا، یوں ہی نقل کیا کشف الظنون میں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کو کوتاہ بین کی اعانت ہی کے لئے ذکر کیا ورنہ آفتاب محتاج توصیف نہیں۔

سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر بالصی قدس سرہ جو کہ اجل خلفائے سیدی علی بن ہیتی سے ہیں (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) اور یقیناً دیدار فرحت آثار ولی اولیاء دستگیر دو عالم غوث الاعظم والمعظم سے مشرف ہوئے، اور کہتے ہیں کہ میری آنکھ نے محی الدین عبدالقادر جیسا پیر نہ دیکھا رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم اجمعین۔ جس کی عبارت یہ ہے:

ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح داؤد بن ابی المعالی نصر بن شیخ ابی الحسن علی بن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی میرے والد نے کہا: میں نے اپنے دادا ابوالمجد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ کاش میں حضور کی کچھ کرامت دیکھتا تو حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا: عنقریب پانچ شخص ہمارے پاس آئیں گے ان میں سے ایک عجمی ہے گورا سرخ رنگ والا اس کے سیدھے رخسار پر تل ہے اسکی عمر کے نو مہینے باقی ہیں، پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا پھر اسے اللہ تعالی اٹھائے گا اور دوسرا عراقی سرخ سفید کانا لنگڑا ہمارے پاس ایک مہینہ مریض رہے گا پھر مرجائے گا، اور ایک مصری گندم گوں اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہوں گی، بائیں ران میں نیزے کا کوچہ ہوگا جو اسے تیس برس سے پہنچا ہوگا۔ ہندوستان میں بحالت تجارت بعد تیس برس کے مرے گا، اور ایک شامی گندمی رنگ انگلیوں پر کٹا پڑا ہوا وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر مرے گا بعد سات برس تین مہینے سات دن کے، اور ایک یمنی گورا وہ نصرانی ہے، اس کے لباس کے نیچے زنار (جنیو) ہے، اپنے ملک سے تین برس ہوئے نکلا اور اس نے کسی کو نہ بتایا تا کہ مسلمانوں کی جانچ کرے کہ کون اس کا اظہار حال کرتا ہے اور یقیناً عجمی نے بھونا ہوا گوشت چاہا، اور عراقی نے بط چاول کے ساتھ، اور مصری نے شہد کے ساتھ گھی، اور شامی نے شامی سیب، اور یمنی نے انڈا نیم برشت چاہا، اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور عنقریب

ہمارے پاس ان کے کھانے اور ان کی خواہشات بہ کثرت ہر جگہ سے ہمارے پاس آئیں گی وللہ الحمد ابوالمجد نے فرمایا کہ خدا کی قسم ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ پانچوں آ گئے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا تھا اور ان کے حلیوں میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی۔ میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کا حال دریافت کیا تو اسے میرے پوچھنے سے اچنبھا ہوا اور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس ہوئے جب پہنچا تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ان کی تمام خواہشوں کی تمام اقسام تھیں وہ حضرت شیخ کے سامنے رکھ دیں تو شیخ نے اسے حکم دیا اس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی اور اس سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو انہیں غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو یمنی نے شیخ سے عرض کیا کہ اے سردار کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں پر آگاہ ہے، فرمایا بے شک وہ جانتا ہے کہ تو نصرانی ہے اور تیرے کپڑوں کے نیچے زنار ہے، تو وہ شخص چیخ پڑا اور شیخ کی طرف کھڑا ہوا اور اسلام لایا تو شیخ نے فرمایا کہ اے میرے لڑکے ہر وہ شخص جس نے مشائخ سے تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا لیکن وہ جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے وہ تیری بات سے رکے فرمایا بلا شبہ انکی وفات۔ ایسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکور پر اور بعینہ اسی جگہ بلا تقدیم و تاخیر کے اور عراقی مرا شیخ کے پاس اسی زاویہ میں بعد اس کے کہ مہینہ بھر مریض رہا اور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں تھا اور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں میرے گھر کے دروازہ پر پڑا تھا، اور آواز دی گئی تو میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا اس کی موت میں اور اس کے وقت میں کہ میں اس کے ساتھ شیخ سے ملا تھا سات برس تین مہینے سات دن تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ تو دیکھو یہ خادم خادمان خدام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہوں نے ایک جان کے متعلق بہتر (۷۲) غیبوں کی خبر دی جن میں راز درون سینہ، مرنے کی جگہ اور موت کے اوقات اور موت کے اسباب اور وہ کل کیا کرے گا اور اس کے ماسوا اور اگر تجھے شک ہو جو میں نے تعداد ذکر کی تو پھر گن۔ اطلاع اول پر خطرہ ابوالمجد کے خبر دینا کہ عنقریب ہمارے پاس آئیں گے پانچ آدمی، ایک ان میں کا عجمی ہے، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، اور چوتھا شامی، اور پانچواں یمنی، یہ آٹھ غیب ہوئے۔ پھر عجمی کے متعلق گیارہ غیب کہ وہ گورا ہو گا، اس کی سپیدی میں سرخی ملی ہو گی، اور اس کے تل ہو گا۔ اور وہ اس کے رخسار پر اور یہ رخسار سیدھا ہو گا اور گوشت کی خواہش کرے گا، اور اسکی خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہو گی، نہ پکے ہوئے یا سو

کھے گی، اور وہ نو مہینے بعد مرے گا، اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی، اور یہ بطائح میں ہوگی، اور وہیں دفن کیا جائے گا۔ اور وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔ یونہی متعلق بعراقی گیارہ غیب ہیں۔ وہ گورا ہے، اور اس میں سرخی جھلکتی ہے، اور آنکھ میں پھلی ہے، اور اسکے پاؤں میں لنگ ہے، اور بط چاہے گا، اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا، اور یہ شخص بیمار ہوگا، اور ایک مہینہ تک مرض میں ممتد رہے گا، اور اسی سے مر جائیگا، اور یہاں مرے گا، اور ایک مہینہ بعد مریگا۔ اور مصری کے متعلق پندرہ غیب ہیں، یہ کہ وہ گندم گون چھنگا اور چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہوگی، اور اس کے بڑے کا کونچہ ہوگا اور اس کی ران میں ہوگا وہ الٹی ران ہوگی، اور یہ زخم اسے اس کا پورا نہ ہوگا، اور تیس برس کا ہوگا، اور یہ شہد کی خواہش کریگا، بلکہ خالص شہد نہیں گھی سے ملا ہوا۔ اس کا کسب تجارت ہوگی، اور تجارت گاہ اس کی ہندوستان میں ہوگی، اور اپنی آخر عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا، اور وہ ہندوستان میں مرے گا، اور اسکی موت بیس برس کے بعد ہوگی۔ اور شامی کے متعلق نو غیب، گندمی رنگ کا ہوگا جس میں سپیدی غالب ہوگی، موٹے موٹے گٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہوگا، اور سیب کی خواہش کرے گا، اور شامی سیب چاہے گا، زمین حریم میں مرے گا، اور اسکی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازہ پر ہوگی، اور اسکی عمر سے سات برس اور مہینوں میں تین اور ایام میں سے سات باقی ہیں۔ اور یمینی کے متعلق آٹھ، یہ کہ وہ گورا ہوگا اور یمینی گندم گون ہوتے ہیں، وہ نصرانی ہے، اس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہے (جنیو) اور اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لئے نکلا، اور اسے نکلے ہوئے تین برس ہوئے، اور اس نے اپنی نیت کی کسی کو خبر نہ کی، نہ گھر والوں کو نہ اہل شہر کو، اور اسکی خواہش انڈا ہے اور یہ کہ انڈا نیم برشت تو یہ باسٹھ (۶۲) غیب ہوئے۔ اور پانچ یہ کہ ان سے کوئی دوسرے کی خواہش پر مطلع نہ ہوا۔ اور پانچ یہ کہ ہر ایک کی خواہش کی چیز ہمیں غیب سے ملے گی، تو یہ بہتر (۷۲) غیب پورے ہوئے۔ تو پاکی اس کے لئے جس نے عطا کیا جو چاہا جسے اپنے بندوں میں سے اور اسی کے لئے حمد ہے۔

(الدولۃ المکیۃ ۳۰۵ تا ۳۷۵)

# سورۃ السجدۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔☆

تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، فرماتے ہیں۔"وکل ملک الموت بقبض ارواح المومنین والملئکة"۔یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔

الامن والعلی (۱۵)

# سورۃ الاحزاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ ج وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓیْٔ تُظٰہِرُوْنَ مِنْہُنَّ اُمَّہٰتِکُمْ ج وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَ کُمْ اَبْنَآءَ کُمْ ط ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاہِکُمْ ط وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَہُوَ یَہْدِی السَّبِیْلَ ۔☆

اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔ اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے برابر کہدو تمہاری ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منھ کا کہنا ہے۔ اور اللہ حق فرماتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن ومحل عقل وفہم ومنشائے قصد واختیار ورضا وانکار ہے، ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ آیۂ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم واستغراق ہے، یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دو دل نہ بنائے نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب“۔ سنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہیے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے۔ جو دو دل ہوں۔ ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے، دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے، تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا، یا دونوں کی، یا کسی کی

نہیں۔ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت وسکون ارادی کرتا ہے، اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو وہ جس کی اطاعت کریگا وہی قلب ہے، اور دوسرا ایک بد گوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا۔جیسے کسی نے کے پنجے میں چھ انگلیاں ہیں۔اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں، ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بد گوشت ہے۔ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک بد گوشت بصورت دل زیادہ پیدا ہو گیا ہوگا۔ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں۔مگر قلب میں یہ ناممکن ہے ۔آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے، اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں۔ توجس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے۔اور آیہ کریمہ میں "یصور کم فی الارحام کیف یشا" فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسے وہ چاہے۔یہ نہیں فرمایا کہ "کیف تشاؤن وبخیالاتکم تخترعون" جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گڑھو ویسی ہی تصویر بنادے۔یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۴ تا ۱۹۵)

(۲) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ☆

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق: زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں تمام مسلمین

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم"۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ " میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو نماز جنازہ قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے، اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصا جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگر چہ ان کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب ومحبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداء خادمہ مسجد ام محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں ہے، جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر دینا (ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے (یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، "قال فدفنھا" یہ خیال کرکے دفن کر دیا) صبح حضور کو خبر ہوئی، فرمایا: الم امرکم ان تؤذنونی بھا" کیا میں نے تم کو حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر دینا، عرض کی: "یا رسول اللہ کرھنا ان نخرجک لیلا اونوقظک" یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں، یا حضور کو خواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں)۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:"فحقروا شانھا" صحیح مسلم میں انہی سے ہے:" و کانھم صغروا امرھا" یعنی یہ خیال کیا کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسند امام احمد میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:" لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم" ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا:

فلا تفعلوا ، ما مات منکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی لہ رحمۃ۔

ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے خبر ضرور دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اقول وباللہ التوفیق: ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسأل عنہ فقالوا فلانۃ فعرفھا فقال الا اذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا لا عرفن ما مات منکم میت ما کنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ۔

یعنی ہم ہمراہ رقاب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر نظر آئی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت ہے۔ حضور نے انہیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کر دیا کرو کہ میرا اس پر نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام فرماتے

تھے، حضور کو روزہ تھا، اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بہ نظر رحمت تامہ حضور روف رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہر حال ایسے وقائع ان سب وجوہ مذکور کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے، کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، کما لا یخفی،

لا جرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان طلحۃ بن البراء مرض فاتاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لأری طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا افلم یبلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاھلہ لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ فانی اخاف علیہ الیھود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اصبح ملخصا الحدیث"۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب ان کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کر دینا اور تجہیز میں جلدی کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضور اقدس کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

ثم اقول وباللہ استعین: حقیقت ولایت سے قطع نظر کر کے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ بفیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئی، نماز جنازہ شفاعت ہے" کما صرحت بہ الاحادیث"، جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس مسلمان کے جنازہ پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد و مسلم ونسائی نے ام المومنین وانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ"

جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اعطیت الشفاعۃ: رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی" شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری مسلم اور نسائی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر: رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ روز قیامت تمام انبیاء کا امام اور ان کا خطیب اور انکی شفاعت کا مالک میں ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہے گا۔ مالک اگر جائز کردے جائز ہو جائے گا اور اگر آپ ابتدائے تصرف کرے تو باطل۔

"فان البات اذطرء علی موقوف ابطلہ کما نص علیہ الفقھاء فی غیر ما مسئلہ" اس لئے کہ قطعیت والا جب کسی موقوف پر طاری ہوتو اسے باطل کردیتا ہے جیسا کہ فقہا نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مثلاً عمرو ملک زید بے اذن زید بیع کردے، زید خبر پاکر روا رکھے روا ہے، اور اگر خود از سرنو عقد بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی، اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں یہ اعادہ نماز نہ ہوگا، بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں۔

"کما فعل فی الغال و کان یفعله اولا فی من مات مدیوناً ولم یترك وفاء

"جیسا کہ مال غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا، پہلے اس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۹۱ تا ۲۹۶)

﴿۱۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ج وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ج اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔☆

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہکر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے۔ اے اہل یثرب! تمہارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۳۴)

"یثرب" کا لفظ فساد وملامت سے خبر دیتا ہے، وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے، اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔

عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، هِيَ طَابَةٌ، هِيَ طَابَةٌ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مدینے کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔

**عن** أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم : يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔

**عن** جابر بن سمرة رضی الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم : اِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةً ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

(فتاوی رضویہ ۱۰/۶۱)

(۲۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۔☆

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

## ﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں مولیٰ جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے طریق وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصاری و یہود و مجوس و ہنود و تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرور جہان و جہانیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، تو کید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویز کے خلاف گنجائش نہ پائی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۲۳)

ہم یہاں بعض احادیث حلیہ کریم یاد کریں کہ ذکر حبیب نور عین وسرور جاں وشادابی دل وسیرابی ایمان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث: (۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثير شعر اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر وانبوہ تھے۔ رواه مسلم وعنه عند ابن عساكر كثير شعر الراس واللحية۔

حدیث: (۲) ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى لله تعالىٰ عليه وسلم فخما مفخما يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر وازهر اللون واسع الجبين كث اللحية" حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے چہرہ مبارک ماہ دوہفتہ کی طرح چمکتا جگمگاتی رنگت کشادہ پیشانی گھنی داڑھی" رواه الترمذى فى الشمائل والطبرانى فى الكبير والبيهقى فى الشعب ورواه ايضا فى الدلائل وابن عساكر فى التاريخ "

حدیث: (۳) امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

بابى وامى كان ربعة ابيض مشربا بحمرة كث اللحية "میرے ماں باپ ان پر قربان میانہ قد تھے گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی گھنی داڑھی" رواه ابن عساكر عن ابى هريرة رضى الله عنه۔

حدیث: (۴) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ "كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضخم الهامة عظيم اللحية" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی۔ رواه البيهقى

حدیث: (۵) امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابيض اللون مشربا بحمرة واجع العينين كث اللحية "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ گورا سرخی آمیز آنکھیں بڑی خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث: (۶) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احسن الناس قواماً واحسن الناس وجھا واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت لہ جمۃ الی شحمۃ اذنیہ وکانت لحیتہ قد ملأت من ھھنا الی ھھنا امریدیہ علی رضیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوبتر، مہک سارے زمانہ سے خوشبوتر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لوتک (پھراپنے رخساروں کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث:(۷) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیۃ احمر الماء فی اھداب الاشفار" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے کودوں میں سرخی، پلکیں، دراز" رواہ جمیعا ابن عساکر الکل مختصرا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

"کث اللحیۃ تملؤ صدرہ" ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔

یہاں سینے سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے"صرح بہ الشرح وھو الواضح الصراح"اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب وپسندیدہ ہو جب شرعا لازم ضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کیلئے گاہے ترک بھی فرمادیتے، یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتادیتے، اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیانا اضافہ کیا، یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں: کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں: "عدم الترک مرۃ دلیل الوجوب"نیز باب الاعتکاف میں فرمایا: ھذہ المواظبۃ المقرونۃ بعدم الترک مرۃ لما اقترنت بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کانت دلیل السنۃ والا کانت دلیل الوجوب"۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۲۳)

(۳۳) وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ

الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔☆

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

## ﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و جعفر و عباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔ (کہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ازاءۃ الادب ۳۷)

﴿۳۶﴾ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔☆

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔

## ﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔

آیت کریمہ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ۔

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

آیت کریمہ۔ ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ، ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۔

نہیں پہونچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کردیں اللہ ورسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مول لے کر آزاد کردیا تھا اور متبنی بنادیا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بناپر انکار کیا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سنکر دونوں بھائی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے، خصوصاً جبکہ وہ اسکا کفو نہ ہو، خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت خاندانی کواکب ثریا سے بھی بلند وبالا ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہٰی کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلا اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائیگا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا،

ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمۂ دین خدا ورسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنی کر دیں۔

امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبری باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کہا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرض میں فرق وتمیز کر دیں، اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا، جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دیدیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے:۔

حضرت عزت جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اسکا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنی فرمادیں۔

الامن والعلی ۱۷۲

(۳۷) وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔☆

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی۔ تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی۔ کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

## ﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(واذ تقول للذی انعم اللہ علیه وانعمت علیه، سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں

**عن** اسامة بن زيد رضى الله تعالىٰ عنهما قال: كنت جالسا اذ جاء على و العباس رضى الله تعالىٰ عنهما يستاذنان، فقالا، يا اسامة! استاذن لنا على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! على والعباس يستاذنان، قال: اتدرى ماجاء بهما؟ قلت: لا، فقال لكنى ادرى، ائذن لهما، فدخلا، فقالا: يا رسول الله! جئناك نسألك اى اهلك احب اليك؟ قال: فاطمة بنت محمد، رضى الله تعالىٰ عنها و صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قالا: ما جئناك نسألك عن اهلك، قال: احب اهلى الى من قد انعم الله عليه و انعمت عليه اسامة بن زيد، قالا: ثم من؟ قال: ثم على بن ابى طالب فقال العباس: يا رسول الله! جعلت عمك آخرهم، قال: ان عليا سبقك بالهجرة۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے تشریف لائے، دونوں حضرات نے فرمایا: اے اسامہ! ہمارے لئے حضور سے باریابی کی اجازت لے لو، میں نے

عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت علی وحضرت عباس آپکی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طالب ہیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کیا: ہم آپکے خاص گھر کی بات نہیں کر رہے، فرمایا: مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سنکر حضرت عباس بول اٹھے، یارسول اللہ! کیا آپکے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۲م

## ﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں:۔

لم یکن احدمن الصحابۃ الا وقد انعم اللہ تعالیٰ علیہ و انعم علیہ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الا ان المراد المنصوص علیہ فی الکتاب، الخ،

یعنی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمت بخشی اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے جسکی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلا شک، آیت اگر چہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقات۔

**اقول:** نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہل اسلام اولین وآخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی، پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا سنا ہوگا کہ یزکیھم یہ نبی انہیں پاک اور ستھرا کر دیتا ہے۔ بلکہ لا واللہ، تمام جہان میں کوئی شی ایسی نہیں جس پر اللہ کا

احسان نہ ہو، اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔

ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے،

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل کفر واہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں ☆ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

الامن والعلی ص ۱۳۶

(۴۰) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔☆

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

## ﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ "ولكن رسول الله وخاتم النبيين" "لا نبي بعدي" (میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے، حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاوی یتیمۃ الدہر والاشباہ والنظائر وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

"اذا لم يعرف الرجل ان محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات" جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں ہے:

كذالك (يكفر) من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم او بعده (الى قوله) فهؤ لاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اخبرانه خاتم النبين ولا نبي بعده واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبين وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل ان هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المرادبه دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا اجماعا وسمعا" یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کے خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت و بحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

"ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه فهم عدم نبي بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب لهذا النص الذي اجمعت الامة على انه غير مؤول ولا مخصوص"

یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلا کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبین میں "النبین" کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ

ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انہ خاتم النبین واخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علی بقاء ھذا الکلام علی ظاھرہ و ھذہ احدی المسائل المشہورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالی" ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن کریم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین و اخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم واستغراق بلا تاویل و تخصیص، اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمد اللہ تعالیٰ این مسئلہ در میان اسلامیان روشن تر از ان ست کہ بکشف و بیان آن حاجت افتد، خدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر این مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر بر رسالت او معترف بودے وے را در ہر چہ از ان خبر داد صادق دانستے وبہمان حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ما درست شدہ این نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز پسین پیغمبران ست در زمانہ او و تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہر کہ دریں بہ شک ست دران نیز بہ شک ست ونہ آن کس کہ گوید بعد وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود وآن کس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد کافر ست، اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ اہل اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی

نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے، اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے

بالجملہ آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی" قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں، جیسے آجکل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اور حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں، اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم و تاخر زمانہ میں کچھ فضیلت نہیں، خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے، بلکہ خاتم النبین بمعنی نبی بالذات ہے" اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ خاتم النبین بمعنی افضل النبین ہے، ایک اور مرتد نے لکھا "خاتم النبین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبین کے نہیں، جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں" چند اور خبیثوں نے لکھا الف لام خاتم النبین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو، اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو، اور یہ بھی کہ عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں اور قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے" الی غیر ذلک من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات الذلیس لعن اللہ قائلیھا وقاتل اللہ قابیلھا" دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو

ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کے پلیدوں کو متضمن ہے اللہ تعالی کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالی برباد فرمائے۔

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم واستغراق "النبیین" میں تشویش وتشکیک، سب کفر صریح وارتداد قبیح، اللہ ورسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی، اور صراحتہً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنھم اجمعین سے اب تک تمام امت موحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۳۳ تا ۳۳۷)

**عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی داراً فاکملھا واحسنھا الا موضع لبنۃ، فجعل الناس یدخلونھا ویتعجبون منھا ویقولون: لولا موضع اللبنۃ فانا موضع اللبنۃ فختم بی الانبیاء۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کردیئے گئے۔ المبین ۱۲۳

**عن** ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی ومثل النبین کمثل رجل بنی داراً فاتمھا الالبنۃ واحدۃ، فجئت انا واتممت تلک اللبنۃ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے پورا مکان بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی داراً فاحسنھا و اکملھا واجملھا وترک فیھا موضع لبنۃ ولم یضعھا ، فجعل الناس یطوفون فی البنیان ویتعجبون منہ ویقولون : لوتم موضع اللبنۃ ،فانا فی النبیین موضع تلک اللبنۃ ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت وکامل وخوش نما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی ،لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی وخوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کہ کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہوجاتی ،تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنہ واجملہ الاموضع لبنۃ من زاویۃ زوایاہ ،فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون : ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ ؟ قال : فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور مجھ سے قبل آنے والے انبیائے کرام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک خوبصورت خوشنما مکان بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ،لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی وخوشنمائی سے تعجب کرتے اور کہتے : اس اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے ،حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو میں اس اینٹ کی جگہ ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

فتاوی رضویہ ۶/۶۵

﴿۴۱﴾ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔☆

اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔

## ﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیه وسلم: اکثروا ذکر الله حتی یقولوا مجنون۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

**عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اذکرو الله ذکرا یقول المنافقون: انکم تراؤن۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں یہ لوگ ریاکار ہیں۔۱۲م

**عن** أبی الحوزاء اوس بن عبد الله بن الربعی رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اکثروا ذکر الله حتی یقول المنافقون: انکم مراؤن۔

حضرت ابوالحوزاء اوس بن عبداللہ ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق لوگ کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہیں۔۱۲م

**عن** عبد الله بن بشیر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لا یزال لسانك رطبا من ذکر الله۔

حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ ذکر الٰہی میں تر زبان رہے۔

**عن** ام انس رضی الله تعالیٰ عنهما قالت: قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اکثری من ذکر الله، فانك لا تاتین بشیء احب الیه من کثرة ذکره۔

حضرت ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر بکثرت کرو کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : من لم يكثر ذكر الله فقد برئ من الايمان ـ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ذکر الٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگیا۔

فتاوی رضویہ ۳/ ۷۸۷

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم يفرض الله على عباده فريضة الاجعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها في حال العذر غير الذكر فانه لم يجعل له حدا انتهى اليه ولم يعذر احدا في تركه الامغلوبا على عقله وامرهم به في الاحوال كلها۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک حد معین کردی پھر عذر کی حالت میں لوگوں کو اس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذكر الكثيران لا يتنا هي ابدا " ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو۔ ذكرهما في المعالم وغيرها۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/ ۶۶۹۔۶۷۰)

علامۃ الوجود مفتی ابو السعود ارشاد فرماتے ہیں: يعم الاوقات والاحوال " یہ آیت تمام اوقات اور احوال کو عام ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/ ۵۳۷)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں معہذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے درجے دیئے، اس وقت یہ کلام کریمہ " ورفعنا بعضهم درجات " کی قبیل سے ہوگا، چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس

نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے، اس وقت یہ کلام کریمہ "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الایۃ۔ وکریمہ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ" کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: "ورفعنا لک ذکرک" اور بلند کیا ہے ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ "جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکر ذکرنی" یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی، اور مجلس میلاد وصلوۃ بعد اذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/ ۷۶۔۷۷)

(۵۶) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔☆

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

## ﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

درود شریف فرداً مستحب اور اصلاً فرد فرض ہے۔ رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں فرمایا۔ لہذا جب پڑھا جائے گا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا، فلہذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے، تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ نظیر اس کی تلاوت کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" پڑھو قرآن سے جو تمہیں

آسان ہے۔ کے اطلاق میں ہے۔ آجکل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/ ۴۲۲)

(۵۷) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔☆

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

## ﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت وجنت ابدی نہ پاتا، اس کی نار نار تطہیر ہے، نہ نار لعنت وابعاد وتذلیل وتحقیر، تو جسے اللہ عزوجل دنیا وآخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق برا ہ عناد ہو، جس طرح اب وہابیہ مار دین اعدائے دین کا حال ہے "قاتلهم الله انى يؤفكون" اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دار قطنی وابو حاتم خزاعی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اهل البدع كلاب اهل النار" گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ کتا اور وہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا، "اولئك هم شر البرية" وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنة الله على الظالمين۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۶۸۷۔۶۸۸)

(۵۸) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا☆

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

## ﴿۱۴۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

**عن** عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: لَیْسَ الْمُؤمِنُ بِالطَّعَّان وَلَا اللِّعَّان وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نہیں ہوتا طعن کرنے والا۔ بہت لعنت کرنے والا۔ بے حیا۔ فحش گو۔

**عن** أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: مَنْ آذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ آذٰنِی وَمَنْ آذٰنِی فَقَدْ آذَی اللّٰهَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ فتاوی رضویہ ۵/۸۹۲

**عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَدَمُهٗ، حَسْبُ اِمْرَءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّحَقِّرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اسکا مال، اسکی آبرو، اسکا خون۔ آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔
فتاوی رضویہ ۳/۸۱۲

**عن** عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: سَبَابُ الْمُسْلِمِ کَالْمُشْرِفِ عَلَی الْهَلَکَةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینے والا اسکے مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ فتاوی رضویہ ۹/۱۴۰

# سورۃ سبأ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۳﴾ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔☆

اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(تصاویر کا بنانا پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے اور) حرمت تصاویر متواتر ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً آحاد ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے، اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسے اس آیت کو منسوخ کیا۔

(الملفوظ ۶۹/۴)

﴿۱۹﴾ فقالوا ربنا بعد بین اسفارنا وظلموآ انفسهم فجعلنٰهم احادیث ومزقنٰهم کل ممزق ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لکل صبار شکور۔☆

تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کر دیا بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لئے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

"ومزقناھم کل ممزق" اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا بے پارہ پارہ کرنا۔

میں نے جزء لایتجزی کا قرآن عظیم کی اس آیت سے اثبات کیا۔ ممزق، بمعنی اسم

مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔

(الملفوظ ۴/صفحہ ۱۰)

(۲۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔☆

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آپ کی رسالت تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوقات کے لئے ہے، آیت نے اسی طرف اشارہ فرمایا اور ان احادیث میں اس کی خوب وضاحت ہے)

**عن** جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کان النبی یبعث الی قومہ خاصة، وبعثت الی الناس عامة، وفی روایة کافة۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے تمام لوگوں کا نبی بنا کر مبعوث کیا گیا۔

**عن** ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ارسلت الی الخلق کافة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا۔

**عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ان اللہ تعالیٰ فضل محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اہل السماء، قالوا: کیف؟ قال: ان اللہ تعالیٰ قال: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ، وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وما ارسلناك الا کافة للناس، فارسلہ الی الانس والجن۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام اور ملائکہ عظام سے افضل کیا، حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لئے فرمایا: ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لئے، تو حضور کو تمام جن وانس کا رسول بنایا۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ اجلال جبرئیل۔

بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر، ارض وسماء، جبال و بحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطۂ عامہ ودائرہ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی موکد بکلمہ کافۃ اس مطلب پر احسن الدلائل۔ تجلی الیقین ۲۶

**عن** یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مامن شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن وآدمی۔

السوء والعقاب ۳۴

## ﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اب نظر کیجئے! یہ آیت (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں مذکور ہوئی) کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حجت ہے

**اولاً۔** اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم ایک شہر کے ناظم تھے، اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطان ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین وآسمان۔

**ثانیاً۔** اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ اسی لئے موسیٰ وہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی، لاتنیا فی ذکری۔

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

پھر جسکی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جسکی رسالت نے انس و جن، اور شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر، پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احمزها ۔

ثالثاً ۔ جیسا جلیل کام ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو، لاجرم رسالت خاصہ و بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین ۔

رابعاً ۔ یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں ۔ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونیکا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر ننگا ہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب ۔

خامساً ۔ جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ، نواب کو انتظام ریاست میں فوج و خزانہ اسی کے لائق درکار ۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق اور نظم و نسق میں اسی کے موافق ۔ اور یہاں سامان وہ تائید الٰہی و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر مبذول ہوئی ہے، تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلب اقدس پر القا ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر واولیٰ ہوں ۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی و نقله عنه فی الکبیر الرازی ۔

**اقول:** پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت وابلاغ رسالت میں کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے ۔

حلم، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں ۔

دع اذٰهم وتوکل علی اللہ ۔

صبر، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں ۔

فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ۔

تواضع، کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں ۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنين ۔

رفق ولینت، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لهم الآيه

رحمت، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

رحمة للذين آمنوا منكم

شجاعت، کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

انى لا يخاف لدى المرسلون ۔

جود وسخاوت، کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

فان الانسان عبيد الاحسان ، وجبلت القلوب على حب من احسن اليها ۔

ولاتجعل يدك مغلولة الى عنقك ۔

عفو ومغفرت، کہ نادان جاہل فیض پائیں۔

فاعف عنهم واصفح ، ان الله يحب المحسنين

استغناء وقناعت، کہ جہال اس دعوی عظمی کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

لا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم ۔

جمال عدل، کہ تثقیف وتادیب وتربیت امت میں جس کی رعایت کریں۔

وان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ۔

کمال عقل، کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے۔ لہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وماارسلنامن قبلك الا رجالا ۔

نہ کبھی اہل بادیہ وسکان دہ کو نبوت ملی کہ جفا وغلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الا رجالا نوحى اليهم من اهل القرى ، اى اهل الامصار ۔

حدیث میں ہے۔

عن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : من بدا جفا ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدوی کی جبلت میں شدت وغلظت ہوتی ہے۔

اسی طرح نظافت نسب وحسن سیرت وصورت بھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوئے ہیں، پھر جسکی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔

حدیث میں ہے۔

**عن** ابی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان الله تعالیٰ ینزل المعونة علی قدر المؤنة، وینزل الصبر علی قدر البلاء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد بندوں پر ان کی دشواریوں کے مطابق اتارتا ہے، اور صبر آزمائشوں کے مطابق عنایت فرماتا ہے۔۱۲م

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ واوصاف کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم واکمل واعلیٰ واجل ہوں اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں۔

**عن** ابی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔

وھب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب ملکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستان دنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔

سادساً۔ حضور کی رسالت زمانۂ بعثت سے مخصوص نہیں۔ حدیث میں ہے۔

**عن** ابی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: قیل لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: متی وجبت لك النبوة؟ قال: وآدم بین الروح والجسد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے عرض کی گئی: حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی، فرمایا: جبکہ آدم درمیان روح وجسد کے تھے۔

جبل الحفاظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں کی نسبت فرمایا: مسندہ قوی۔

آدم سروتن باآب وگل داشت
کوحکم بملک جان ودل داشت

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں۔ جسکا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

چون بود خلق آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعثت کرد خدائے تعالیٰ اورابسوئے کافہ ناس، ومقصود نہ گردانید رسالت اورابرناس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، بس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اوست۔

چونکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا لہذا تمام انسانون کے لئے آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، اور حضور کی نبوت انسانوں ہی میں منحصر نہ رہی بلکہ جن وانس کے لئے عام ہوگئی، بلکہ جن وانس میں بھی محصور نہ رکھکر تمام عالموں کے لئے اس کو عام کردیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ جن کا پالنے والا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے خاص ایک بستی کے لوگون کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرہ مخلوق وہر فرد ماسوی اللہ یہاں تک کہ خود انبیاء ومرسلین کو ہے۔ اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

تجلی الیقین ۳۲

# سورۃ فاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۰﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ☆

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں کلم طیب فرمایا اور حدیث میں دو کلموں کو بالخصوص کلم طیب فرمایا)

بخاری شریف کی آخری حدیث 'کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ ،سبحان اللہ العظیم"

﴿۱۶﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ☆

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔

﴿۱۷﴾ وما ذلک علی اللہ بعزیز ☆

اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان دونوں آیتوں کی کثرت وسوسہ کو جڑ سے قطع کر دیتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

﴿۱۸﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ

مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ط اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔☆

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگر چہ قریب رشتہ دار ہو اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زنا کا عذاب صرف زانی اور زانیہ پر ہے، اولاد زنا پر اس کا وبال نہیں۔

〈۳۲〉ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔☆

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کو وارث فرمایا ہے یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

جو اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انہیں بھی کتاب کا وارث بتایا، نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا۔

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت ہی لے گیا۔ اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے، اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔

عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے، ورنہ شمع ہے خود جلے مگر تمہیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسه مثل الفتیلة تضیٔ الناس وتحرق نفسه"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عالم شریعت کی مثال جو لوگوں کو اچھی باتیں سکھائے اور خود عمل نہ کرے ایسی ہے جیسے چراغ، کہ خود جلتا اور لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔

عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اذا قرء الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول الله وكانت هناك عزيزة كان خليفة من خلفاء الانبياء"

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں، قرآن وحدیث جانے اور اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ ووارث میں فرق ظاہر ہے، آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون" ربانی ہو جاؤ اس سبب کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے: "انا انزلنا التوراة فيها هدى ونور يحكم بها

النبیو ن الذین اسلموا للذین ھا دوا والربا نیون والاحبا ر بما استحفظوا من کتب اللہ وکا نوا علیہ شھداء"

بیشک ہم نے اتاری توارات اس میں ہدایت ونور ہے، اس سے ہمارے فرمان بردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور اس کے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ رب عزوجل نے ربانی ہونیکی کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائیں، کتاب پڑھنا پڑھانا، اس کے احکام سے باخبر ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا، اس کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں" ربا نیین فقھا ء معلمین " ربانی سے مراد فقیہ مدرس ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر۔

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں" ربا نیین علما ء فقھا ء" ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں" رواہ ابن عبا س عن ابن جریر وابن ابی حا تم وعن مجا ھد ابن جریر وعن سعیدابن جبیر الدارمی فی سننہ" جبکہ اللہ عزوجل علماء شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منا فق بین النفاق ذو الشیبۃ فی الاسلا م وذوا لعلم وامام مقسط"

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ منافق بھی کونسا کھلا منافق، ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل " رواہ ابو الشیخ فی التو بیخ عن جا بر والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالی عنھما بسند حسنہ الترمذی فی غیر ھذا الحدیث"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لا یبغی علی النا س الا ولد بغی ومن فیہ عرق " لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو" رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ الا شعری رضی اللہ تعالی عنہ"

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع واعلی ہے۔
بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: " سئل ابن المبارك من الناس فقال العلماء " یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے تلمیذ رشید عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔

امام غزالی فرماتے ہیں: جو عالم نہ ہوا امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا، اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اس کا شرف ہے، اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوتا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے وہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے انتہی۔　　(شریعت وطریقت۔ ص/۱۲ تا ۱۴)

(۴۱) اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ج وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔☆

بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔
سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور منذر اپنی تفاسیر میں شقیق سے راوی:

"قال قيل لابن مسعود رضي الله تعالى عنه ان كعبا يقول: ان السماء تدور في قطبة مثل قطب الرحا في عمود على منكب ملك قال: كذب كعب، ان الله يمسك السموت والارض ان تزولا ۔ وكفى بها زوالا ان تدور"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔ اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری ہے۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کان یقول: ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ کذب کعب: ان اللہ یمسک السمٰوٰت والا رض ان تزولا"

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود وحضرت صاحب سر رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں: آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا کعب غلط کہتے ہیں۔ اور یہی آیت اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول: وان کان الزاعم یزعم ان الزوال بمعنی الحرکۃ الاینیۃ ولکن کبراء الصحابۃ رضی اللہ عنہم اعرف منا بتفسیر القرآن فلا یجوز الاستدراک علیہم عند من نور اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منہم بحرمتہم عندہ امین"

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں، لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے، تو انکے کہے ہوئے کو وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نور بصیرت دیا، اللہ ان کے صدقہ میں ہمیں بھی انہیں کے ساتھ کرے۔　　(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۶۹۔۱۷۰)

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں" کل فی فلک یسبحون" ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد

آپ کے پیش نظر ہے " ان اللہ یمسک السموٰت والارض ان تزو لا ولئن زالتا ان امسکہما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا" بیشک اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کردوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔

اجمال: یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہکر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں میں اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

( ان تزولا ) کراھۃ زوالھما عن مقرھما ومرکزھما" یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرومرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقرہی کافی تھا کہ جائے قرار وآرام ہے، کہ قرار سکون ہے منافی حرکت۔ قاموس سے آتا ہے " قرسکن" مگرانہوں نے اس پر اکتفانہ کی بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزھما زائد کیا، مرکز جائے رکز۔ رکز، گاڑنا، جمانا یعنی آسمان وزمین جہاں جمے ہوئے، گڑے ہوئے ہیں، وہاں سے نہ سرکیں۔

نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالیٰ" الذی جعل لکم الارض فراشا" فرمایا:

لا یتم الافتراش علیھا ما لکم تکن ساکنۃ ویکفی فی ذلک ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ واختیارہ ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا"

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے۔

اعلم ان کون الارض فراشا مشروطا بکونها ساکنۃ فالارض غیر متحرکۃ لا بالاستدارۃ ولا بالاستقامۃ وسکون الارض لیس الا من اللہ تعالی بقدرتہ واختیارہ ولھذا قال تعالی: ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا اھ ملتقطا"

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ وتابعین ومفسرین معتمدین نے لئے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ جس پر حکم ہے "فلیتبوأ مقعدہ من النار" وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ یہ تو اس سے بھی بڑھکر ہوگا کہ قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ تعالی۔

یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالی عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے۔ اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حکم فرمایا: جو یہ فرمائیں اوسے مضبوط تھامو" تمسکوا بعھد ابن مسعود" اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:" رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد وکرھت لامتی ما کرہ لھا ابن ام عبد" میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔ اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا "استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود الحدیث" قرآن چار شخصوں سے پڑھو، ان میں پہلے عبد اللہ بن مسعود کا نام لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہے۔

اور عجائب نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ "ان تزولا" کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت المدار، ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے

بیان کریں اسکی تصدیق کرو، دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔

اول :ما حدثکم ابن مسعود فصد قوہ۔

دوم :ما حدثکم حذیفة فصد قو ہ۔

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو والحمد للہ رب العالمین۔

ہمارے معنی کی تو یہ عظمت وشان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلۂ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم، اور عنقریب، ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار ہجا ہذ کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے، کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام کی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے جس پر اسے حرکت کرنے کا حکم فرمایا، حاش للہ! کسی اسلامی رسالے، پرچے، رقعے سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔

محبا مخلصا وہ کونسی نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے "وخاتم النبیین" میں تاویل گڑھ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہوگئی، ان جیسا کوئی رسول نہیں، نانوتوی نے گڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں یہاں تک کہ یوں ہیں کوئی مشرک "لا الٰہ الا اللہ" میں تاویل کرسکتا ہے، الا میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں، اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے "لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار"

دوسری حدیث میں: "لا وجع الا وجع العین ولا ھم الا ھم الدین" درد نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔ ایسی تاویلوں پر خوش ہونا نہ چاہئے بلکہ جو

تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے، ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کر لینا فرض ہے، انھوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور سے اس کے معانی سیکھے، انکے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور ایک جاہل گنوار بے تمیز کو۔ محبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی، اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم سے انھوں نے سمجھے غلط ہیں، جو ہم سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ "فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرحمین" میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال جمیل آپ کے انصاف جزیل کو بس ہو۔

اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصل معنی سرکنا۔ ہٹنا۔ جانا۔ حرکت کرنا۔ بدلنا ہیں۔

قاموس المحیط میں ہے: "الزوال الذھاب والاستحالۃ" اسی میں ہے: "کل ما تحول (او تغیر من الاستواء الی اعوج) فقد حال واستحال"

زوال یعنی جانا اور حالت بدلنا، جو چیز بدل جائے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: قد حال واستحال،

ایک نسخہ میں ہے: "کل ما تحرك او تغیر" یونہیں عباب میں ہے: "تحول او تحرك" تاج العروس میں ہے: "ازال اللہ تعالی زوالہ، اس کا معنی ہے۔ اذھب اللہ حرکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکت ختم کردی۔ وزال زوالہ، کا معنی ہے، ذھبت حرکتہ۔ یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے: "فی حدیث جندب الجھنی واللہ لقد خالطہ سھمی

ولو کا ن زا ئلة لتحرك الزا ئلة كل شئ من الحيوان يزو ل عن مكا نه ولا يستقر قد کا ن هذا المرمى قد سكن نفسه لا يتحرك لئلا يحس به فيجهز عليه " جندب جہنی کی حدیث میں ہے۔ بخدا! کسی نے اسے ملا دیا، اگر وہ جنبش کرنے والی ہوتی تو ضرور جنبش کرتی، اس لئے کہ ہر حیوان اپنی جگہ سے جنبش یعنی حرکت کرتا ہے، قرار نہیں پکڑتا۔ اور یہ مرکز از خود پرسکون ہو گیا تھا حرکت نہیں کرتا تا کہ اس کا احساس نہ کرے۔

(الف) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے، اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی، تو حرکت زمین اور حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) زوال جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا، اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و درمنثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے: " الزوال الانزعاج بحيث لا يستقر على المكا ن وهو والزوال بمعنى وا حد " قاموس میں ہے: " زعجه واقلعه وقلعه من مكا نه كا زعجه فا نزعج " لسان میں ہے: " الازعاج نقيض القرار "

تاج میں ہے: " قلق الشئ قلقا هو ان لا يستقر في مكا ن وا حد " مفردات امام راغب میں ہے: " قرفي مكا نه ثبت ثبو تا جا مد او اصله من القر وهو البرد وهو يقتضي السكو ن والحر يقتضي الحر كة " قاموس میں ہے: " قر با لمكا ن ثبت وسكن كا ستقر " دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق، اور قلق مقابل قرار، اور قرار سکون۔ تو زوال مقابل سکون ہے۔ اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔

قرآن عظیم آسمان و زمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے

(د) صراح میں ہے زائلہ جنبیدہ و روندہ و آئندہ۔ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبندہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ و روندہ بھی۔ بہر حال زائل ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان کان مکرھم لتزول منه الجبال " ان کا مکر اتنا نہیں جس سے

پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں۔ یا اگر چہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں۔

یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے۔

(الف) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جے ہو ئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں، تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے: "ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی" قرآن عظیم نے ان کو رواسی فرمایا۔ راسی ایک جگہ جما ہوا، پہاڑ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً "زال الجبل" صادق آئے گا، نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے اور "زال الجبل" نہ کہا جائے، ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقول عبارت جلالین دیکھئے، پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شرائع اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت "وتخر الجبال ھدا" کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے: "وھو معنی قولہ تعالی: وتخر الجبال ھدا" یہ مضمون ابو عبید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔ نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے "قولہ تعالی: وتخر الجبال ھدا" اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا، نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا۔ تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا۔ اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسی علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوۃ والتسلیم سے فرمایا: "لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی" تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔

پھر فرمایا "فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا" جب انکے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسی علیہ الصلوۃ والسلام غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا؟ یا ایشیا، یا اس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا۔ ہاں وہ

خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں جما نہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے، اور اوپر گزرا کہ عدم استقرار عین زوال ہے، زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا و مدار سے باہر نہ جائے

(د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے: "وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معدالازالۃ الجبال عن مقارھا" نیشاپوری میں ہے: "ازالۃ الجبال عن اماکنھا" خازن میں ہے: "زال عن اماکنھا" کشاف میں ہے: "تنقلع عن اماکنھا" مدارک میں ہے: "تنقطع عن اماکنھا" اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا۔ یہاں بھی مکان ومقر سے سے قطعا وہی قرار ہے جو کریمہ "فان استقر مکانہ" میں تھا، ارشاد کا ارشاد مقارھا جاہائے قرار، اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے، کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(ہ) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی استاذ امام سید کبیر وتلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی: "وان کان مکرھم تزول منہ الجبال قال تحرکت" انہوں نے صاف تصریح کردی کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے وللہ الحمد

(۳) اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے، اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے، دربارہ قرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے "المثبت کمکرم من لا حرکۃ بہ من المرض وبکسرا لباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکۃ" مگر توسعا قرار وثبات ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو، تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے انفصال ہوگا، یونہی مقر ومستقر ومکان ہر جسم کے لئے حقیقۃ وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے، یعنی علماء اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہلنے سرکنے سے بدل گئی لھذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں، یعنی جس سے دمبدم "این" کہ مکان وجا کا نام ہے بدلتا ہے، یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار وثبات حقیقی ہے، اس کے لئے یہ بھی ضروری کہ وضع بھی نہ بدلے، کرہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے۔ مکان نہیں بدلتا

مگر اسے قار و ثابت ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسے توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں

"قال تعالی : ولکم فیھا مستقر ومتاع الی حین" اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں، اگر چہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو، ولھذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں، وہ انکے ساکن ہیں۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متبائن مگر یہ معنی مجازی ہیں، لھذا جائے اعتراض نہیں، لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو۔ کفار کی وہ قسم کہ "مالنا من زوال" اسی معنی پر تھی، یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں، چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے، بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں۔

ان ھی الا حیاتنا الدنیا ونحی ونموت وما نحن بمبعوثین"

یہی تو ہماری زندگی ہے کہ ہم جیتے ہیں اور مرتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔

مولی تعالی فرماتا ہے:

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت۔

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حق میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا۔

لاجرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہوا، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں، قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال، معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے، یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں، بلکہ خود اسی آیت کے صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال و جواب کا ذکر فرماتا ہے

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتک ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل ما لکم من زوال "

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں، تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

لیکن کریمہ "ان اللہ یمسک السموٰت والارض ان تزولا" میں کوئی قرینہ نہیں، تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا، بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے۔ ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دیگا۔ رب عزوجل نے "یمسک" فرمایا ہے: "امساک" روکنا تھامنا بند کرنا ہے، ولھذا جوزمین کہ پانی کو بہنے نہ دے روکے رکھے اسے "مسک" اور "مساک" کہتے ہیں، انہار بحار کونہیں کہتے ہیں حالانکہ ان میں ابھی پانی کی حرکت وہیں تک ہو گی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلانے اس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے: "امسکہ حبسہ المسک محرکۃ الموضع یمسک الانا ء کالمساک کسحاب" یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے، مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از عم سے جدا ہونا، سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے، جیسے زید و بکر و عمرو وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا، تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا "تزولا" فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے، نہ مستقر حقیقی خاص سے اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی، زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا، زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، زائل ہو جانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے، مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی۔

یونہی فرمایا: زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی، پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے، اس سے زائل نہیں ہو سکتی، اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا، مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی۔ مطلق "یمسك" فرمایا ہے اور مطلق "ان تزولا" اللہ آسمان وزمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں رو کے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں، ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا، از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصوص بنانا ہوگا، اور یہ ہرگز روا نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ "النصوص تحمل علی ظواهرها" بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں، مطلق کو مقید، عام کو مخصوص کریں۔ "مالکم من زوال" کی تخصیص واضح سے "ان تزولا" کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ "ان اللہ علی کل شیئ قدیر" کی تخصیص دیکھ کر "ان اللہ بکل شیء علیم" کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالی نمبر (۸) میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے، یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا؟ فانتظر

(۶) لاجرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے قرآن کریم

پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیۂ کریمہ کو ہر گونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی، اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال: جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ فقال: من این جئت؟ قال: من الشام فقال: من لقیت؟ قال: لقیت کعب فقال: ما حدثك کعب؟ قال حدثنی ان السموات تدور علی منکب ملك، فقال: صدقته او کذبته؟ قال: ما صدقته ولا کذبته، قال: لوددت انك افتدیت من رحلتك الیه براحلتك ارحلها، کذب کعب، ان اللہ یقول: ان اللہ یمسك السموت والارض ان تزولا، ولئن زالتا ان امسکھا من احد من بعدہ، زاد غیر ابن جریر وکفی بھا زوالاً ان تدورا"

ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے، عرض کی: شام سے؛ فرمایا: وہاں کس سے ملے، عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی کہ کہا آسمان ایک فرشتہ کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو تو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ مانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش تم اپنا اونٹ اور اسکا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دیدیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے۔ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصول حنفیہ برجال بخاری ومسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراھیم قال: ذھب جندب البجلی الی کعب الاحبار ثم رجع فقال لہ عبد اللہ حدثنا ما حدثك فقال: حدثنی ان السماء فی

قطب کقطب الرحاء قال عبد اللہ: لو ددت انک افتدیت رحلتک بمثل راحلتک ثم قال ماتنکب الیہودیۃ فی قلب عبد فکادت ان تفارقہ، ثم قال: ان اللہ یمسک السمٰوات والارض ان تزولا" وکفی بہا زوالاان تدورا۔

جندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے، حضرت عبد اللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دیکر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے، اللہ تو فرمارہا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان کعباً کان یقول: ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا، فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذب کعب، ان اللہ یمسک السمٰوات والارض ان تزولا۔

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے، جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا، نہ جاسکتا تھا، بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی، تو انہوں نے روانہ رکھا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید واشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں، خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے، کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے، انہیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی، تو" کذب کعب " کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا، نہ یہ کہ معاذ اللہ قصدا جھوٹ کہا، کذب بمعنی اخطا محاورہ حجاز ہے، اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ انکے دل میں جو علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے، باطل صریح، حق صحیح، اور مشکوک، کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو۔ اسلام لاکر قسم اول تو حرف حرف قطعا انکے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مسجل ہو گیا۔ یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا، یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے، بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع وخادم ہیں، مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے، زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے، بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاری بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے۔ اسی قدر یعنی صرف دورۂ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا، اس کی تکذیب فرمادی، دورۂ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیہ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا، یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے، یا صرف آسمان کا، یہ آیت پڑھئے صراحۃ دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں، دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ

انکار آسمان وزمین دونوں کے لئے ایک نص ایک لفظ "ان تزولا" میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔

ایک شخص کہے: حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا، اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیہ کریمہ میں ہے " انی رایت احد عشر کو کبا والشمس والقمر رأیتھم لی سا جدین " کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا، اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جایئے عالم نے تو سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے کیا کہا جائے گا؟

اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلۂ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالی ہمیں اور آپ اور سب اہل سنت کو بچائے آمین۔

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہہ کہہ دیا تھا۔

(الف) حدیثوں میں کتنی جگہ "زالت الشمس" ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے: " اقم الصلوۃ لدلوک الشمس " تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے "لدلوک الشمس " کی تفسیر میں فرمایا: " لزوال الشمس " ابن جریر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: " اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر " نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ سے " کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظھر اذا زالت الشمس ثم تلا اقم الصلوۃ لدلوک الشمس " نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے: " دلو کھا زوالھا " بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے " دلوک الشمس زوالھا " عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے " دلوک الشمس اذا زالت عن بطن السماء " مجمع بحار الانوار میں ہے " زاغت الشمس مالت وزالت عن اعلی درجات ارتفاعھا "

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، حاشا مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگر چہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔

کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا، جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں؟ کہا "لانہ یتجرجر علی الارض" اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا: تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں؟ کہا: "لان الماء یقر فیھا" اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔

یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے، افق شرقی وغربی ودائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع وغروب رکھا کہ یہی انسب ووجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگر چہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے، کریمہ "والشمس تجری لمستقرلھا" عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی قرأت ہے "لامستقرلھا" یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے، اگر چہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا۔

غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وآثار صحابہ کرام واجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہکر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقینا ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگر چہ مدار سے باہر نہ جاتی، لیکن قرآن عظیم صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمارہا ہے، تو قطعا واجب کہ زمین اصلا متحرک نہ ہو

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ وزبان جملہ مسلمین سب میں مذکور، قائلان دورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے

ہیں، یعنی آفتاب کی یہ حرکت نہیں بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے، جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا تو کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا حالانکہ زمین یعنی اس حصۂ ارض نے جانب شمس رخ کیا، جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کی محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی تو دوپہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں، یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام آپ تو بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کاہے سے زوال ہوا دائرۂ نصف النہار سے، کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہکر اسے زوال ہوتا ہے۔ دنیا سے زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا؟ انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق

(د) یہاں سے بحمدہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے

(۹) بحمدہ تعالیٰ تین آیتیں یہ گزریں۔

آیت (۱) "ان اللہ یمسک"

آیت (۲) "ولئن زالتا"

آیت (۳) "لدلوک الشمس"

(نمبر ایک سے تین تک کا ترجمہ گذر چکا)

آیت (۴) "فلما افلت" جب وہ ڈوب گیا۔

آیت (۵) "وسبح بحمدربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب"

اور اپنے رب کی پاکی حمد کے ساتھ بیان کیجئے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔

آیت (۶) "حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها سترا"

یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہونچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔

اور ان سب سے زائد

آیت (۷) "وترى الشمس اذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم في فجوة منه ذلك من آيات الله"

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ قدرت الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔

یوہیں صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے " قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لابی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذهب؟ قلت الله ورسوله اعلم قال: فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فيؤذن بها ويوشك ان تسجد فلا يقبل منها وتستأذن فلا يؤذن لها يقال لها: ارجعي من حيث جئت فتطلع من مغربها فذلك قوله تعالى: والشمس تجري لمستقرلها ذلك تقدير العزيز العليم"

غروب شمس کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کہ کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر نے عرض کیا: کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: کہ جاتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش سجدہ کرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے تو طلوع کی اجازت دے دی جاتی ہے، اور عنقریب وہ ایسا سجدہ کرے گا کہ جو نہ قبول کیا جائے گا اور طلوع کی

اجازت چاہے گا تو اس کو اجازت نہیں ملے گی، سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا وہاں چلا جا، تو مغرب سے طلوع ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبر دست حکم والے کا۔

یو ہیں ہزار ہا آثار صحابۂ عظام وتابعین کرام واجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے، آفتاب کو وسط سما سے زوال ہوتا ہے، آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے، بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب زوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے، تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے، تو قرآن عظیم واحادیث متواترہ واجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے، نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے۔ تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے۔ تو قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائر ہے۔ لا جرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہو، تو بحمدہ تعالیٰ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد۔

زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے: "لکل حد مطلع" نہایہ و در نثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے: "ای مصعد یصعد الیه من معرفة علمه" نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے: "مطلع الجبل مصعده" حدیث میں ہے: "طلع المنبر" مجمع البحار میں ہے: "ای علاه"

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لا جرم طلوع سرے سے باطل محض ہے، مگر ساکنان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا چڑھتا ڈھلتا ہے، لھذا طلوع وزوال شمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ

وہم جولوگوں کوگزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے، والعیاذ باللہ تعالی۔ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکون زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی۔

(۱۰) سورۂ طہ وسورۂ زخرف دوجگہ ارشاد ہوا ہے: "الذی جعل لکم الارض مهدا" دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے: "مهدا" پڑھا، باقی تمام ائمۂ قرأت نے "مهادا" بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش وفراش، یونہی مهد اور مهاد۔

(الف) پس قرأت امام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مھد سے مراد فرش ہے۔ مدارک شریف سورۂ طہ میں ہے: (مهدا) کوفی وغیرهم مها دا وهما لغتا ن لما يبسط ای الفرش "اسی کی طرح سورۂ زخرف میں ہے: (مهدا) کوفی وغیرهم مها دا ای موضع قرار" معالم شریف میں ہے: "قرأ اهل الكوفة مهدا ههنا فی الزخرف فيكون مصدرا ای فرشا وقرأ الآخرون مها دا ای فرا شا وهو اسم لما يفرش كا لبساط" تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مهدا) فراشا، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے: "الم نجعل الارض مها دا" فرماتا ہے: "والارض فرشناها فنعم الماهدون" فرماتا ہے: "والله جعل لكم الارض بساطا" فرماتا ہے: "الذی جعل لكم الارض فراشا" اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے، جلالین سورۂ زخرف میں ہے: (مها دا) "فراشا كا لمهد للصبی" لاجرم حضرت شیخ سعدی وشاہ ولی اللہ نے "مهدا" کا ترجمہ طہ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا، اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی، تو گہوارہ سے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے تو بحیثیت آرام وراحت ہے، خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا، بالکل نقیض اس کا جو آپ چاہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: "کون الارض مهادا انما حصل لاجل کونها واقفة ساکنة ولما کان المهد موضع الراحة للصبی جعل الارض مهادا لکثرة ما فیها من الراحات۔ خازن میں ہے" (جعل لکم الارض مهدا) معناه واقفة ساکنة یمکن الانتفاع بها ولما کان المهد موضع راحة الصبی فلذلك سمی الارض مهادا لکثرة ما فیها من الراحة للخلق" خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے "ای لو شاء جعلها متحرکة فلا یمکن الانتفاع بها فالانتفاع بها ان یحصل لکونها مسطحة قارة ساکنة"

اس ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا، کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے کہ "اس کی حرکت محسوس نہیں" تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ فوز مبین دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر ردہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا بانس پیرا تا ہے۔

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں، سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ ان شاء اللہ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب "فوز مبین" کی فصل چہارم میں دیکھیں گے، بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلا نہیں آتا، انہیں اثبات دعوی کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان سب کے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہو رہے ہیں اور بفضلہ تعالی آپ جیسے دیندار دینی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث

واجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔ محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کیا جائے، جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال واسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔

(ع) "وعین الرضاء عن کل عیب کلیلة "اس کے معائب مخفی رہتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھئے، اس وقت انشاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یوہیں سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ع "ولکن عین السخط تبدی المساویا"

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدا را خوار دار ‌ ‌ ‌ ‌ وزد را منبر منہ بردار دار

رب کریم بجاہ نبی رؤف ورحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے" امین الٰہ الحق امین واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکفرین" والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۲۷۵۔۲۸۹)

# سورۂ یٰس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۲) اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَہُمۡ ؕ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ۔☆

بیشک ہم مردوں کو جلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانیوالی کتاب میں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ونکتب ماقدموا واٰثارھم ط سے وہ قدم بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو کسی اچھے کا کو جوتے ہوئے پڑیں، لہذا)

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں۔ اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کو سواری مانگنا کچھ حرج نہیں۔ یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۷)

// تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ، مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ رواہ البخاری ومسلم" "تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ رواہ ابوداؤد" نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔

اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی، احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھتے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشاء کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ وابو داؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت: کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعا، ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکرت صلوۃ اللیل والوتر الی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلوۃ الفجر"

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے، پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرے میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا، جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی، زمانہ سیدنا عمر فا
روق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد
میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے نہیں،

"فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لا یصلون بعدالمغرب حتی یصیرون الی اھلیھم"

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کر تے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابو داؤد والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرة وابن ماجة عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشھل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلوتھم راھم یسبحون بعدھا فقال: ھذہ صلوة البیوت ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلوة فی البیوت، وابن ماجة ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم ابو داؤد،

ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا، ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان کو اس کے بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ تو گھر کی نماز ہے۔ تر مذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:
ہرگاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کہ نفل

نماز می گزارند که مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد، بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند چنیں بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصا سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کرلی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلق نماز نفل گھروں کی نماز ہے، انھیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہی عمل تھا، البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنی ہے خصوصا نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہ گار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ۔

گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں: وہ کسی عذر کے سبب سے تھا" کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ، معہذا ترک احیانا منافی سنیت واستحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر ومؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب ہے" کما فی البحر وغیرہ،

علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم نے دائما سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے" فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا" ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ انہیں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ" نماز گھروں میں

پڑھا کرو" "کما مر کل ذلك" تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں ہے کہ قول فعل پر مرجح ہے، اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا" کما سبق " اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

"والافضل فی عامة السنن والنوافل المنزل وهو المروی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم " تمام سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

عامتهم علی اطلاق الجواب کعبارة الکتاب وبه افتی الفقیه ابو جعفر الا ان یخشی ان یشغل عنها اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت " عام فقہاء جواب کو مطلق قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت کتاب سے ظاہر ہے، اور فقیہ ابو جعفر نے یہ کہتے ہوئے فتوی دیا ہے: مگر اس صورت میں جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد ہی میں پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔

شرح صغیر میں ہے:

السنة فی سنة الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بها فی بیته وهو الافضل او عند باب المسجد واما السنن التی بعد الفریضة فانه ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطوعه بها فی البیت افضل، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ما عدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیها المنزل لما روی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت اه ملخصا۔

پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے

کیونکہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن ووتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے۔

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن ونوافل کو گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اسے ترک کرنا، کچھ وجہ نہیں رکھتا۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر ورباعی ظہر وعصر وعشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر ومغرب وعشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

”قال تبارك وتعالى ونكتب ما قدموا وآثارهم وكل شئ احصينه في امام مبين“ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شیٔ کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے ”کما في كتب الفقه“ مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن وانگشت نمائی وانتشار ظنون وفتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں:

”الخروج عن العادة شهرة ومكروه“ معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۷/۴۱۱ تا ۴۱۶)

(۱۲) وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ۔

بیضاوی نے کہا: یعنی لوح محفوظ، اور رب عزوجل نے فرمایا: آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں فرمایا: یعنی لوح محفوظ میں۔ اور امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا: لوح مبین ہے یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشن ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متناول نہیں ہر آنے والے کو ابد تک، کیونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہوگا۔ اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ یہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعت لوح میں مثبت ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جان لیا، کہ اب آیات اسے متناول ہیں،

امام جلال الدین سیوطی نے اس کے۔ لئے ایک فصل خصائص کبریٰ میں باندھی اور فرمایا کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علمائے کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا، اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا، اور حضور کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ (الدولۃ المکیۃ ۔۲۱۷)

〈۶۹〉وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ۔☆

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خطبہ جمعہ میں محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ واساءت وخلاف سنت وموجب ترک تلاوت۔ اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغییر نظم قرآن نا متیسر، اور بعد تغییر نظم تلاوت نہ رہے گی اگر چہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قرأت سے اشد واشنع ہے قرآن عظیم شعر سے پاک ومنزہ اور اسے شعر بننے کی کوارش سے متعالی وارفع ہے

"وما علمناه الشعر وما ینبغی له" اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہ دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ تو اس طور پر قصد تلاوت صریح اسائت ادب ہے،

"وبه فارق الاقتباس الذی لا یراد فیه تلاوۃ القرآن فانه شائع ذائع علی الاصح" اس سے وہ اقتباس الگ ہوگیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلمات ماثورہ وطریقۂ متوارثہ سے اعراض ہے، تو اس سے اعراض ہی چاہیے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۳۲۵)

﴿۷۱﴾ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ۔☆

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لئے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔

﴿۷۲﴾ وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا یَاۡكُلُوۡنَ۔☆

اور انہیں ان کے لئے نرم کردیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

﴿۷۳﴾ وَلَهُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشۡكُرُوۡنَ۔☆

اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں جانوروں سے نفع حاصل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا اس میں ان کا گوشت کھانا بھی شامل لہذا اس کی تفصیل ملاحظہ کریں)

پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم۔

اول یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے، اور وہ سب احکام احکام شرع ہی قرار پاتے

ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر ونایابی فتنہ وشدت تقویٰ وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنان مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

"لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءھا رواہ احمد والبخاری ومسلم"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا، اسے امام احمد وبخاری ومسلم نے روایت کیا۔

جب زمانۂ رسالت سے اور بعد ہوا ائمۂ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

یکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان" رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔

فتح القدیر میں ہے:

"عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات" غلبۂ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"اذا استاذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعھا۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما"

جب تم میں کسی کی عورت مسجد میں جانیکی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد

، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد و ابو داود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہم "اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد اور مسلم نے حضرت ابن عمر اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

پھر ان ائمہ وعلماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا، اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا،

نہایہ میں ہے:

سدل الشئ علی وجھھا واجب علیھا "چہرہ پر پردہ لٹکانا عورت کو واجب ہے

شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منھیۃ عن اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورۃ" یہ مسئلہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے۔

تنویر میں ہے:

تمنع من کشف الوجہ بین الرجال لخوف الفتنۃ" فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں:" ومن القواعد المقررۃ فی شریعتنا المطھرۃ ان الحکم یدور مع علتہ"

ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔

دوم واجبات ومحرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں:

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب وتحریم موجود ہو، جیسے عبادت خدا کی

فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔ دوسرے لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کالحاظ ان کی ایجاب وتحریم کا اقتضا کرتا ہے اگر چہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر، لھذا واجب کیا گیا، اور افیون اور بھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ وشر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگر کھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا نہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلا شبہہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف وقرارداد امصار وبلاد جس مباح کا فعل عزت وشوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، تو قواعد شرعیہ بالیقین اس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور مبنی اس کا وہی نظر مصالح واعتبار عرف ومراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمۂ سابقہ میں بیان کر آئے، جب یہ امور منقح ہو لئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے:

گاؤکشی اگر چہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئی کا کھانا بالتعیین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤکشی جاری رکھنا واجب لعینہ، اور اس کا ترک لعینہ حرام نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری وحتمی ہے، یوں ہی واجبات ومحرمات لغیرہا میں بھی امتثال واجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤکشی بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری

ومغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گے، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلی درجہ کی خوشی ظاہر کرکے ہمارے مذہب واہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ وجیہہ اپنے لئے ایسی دنائت وذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف کی توہین وتذلیل روا رکھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے ''ترک'' اور ''کف'' میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی وتنگی کر دینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالی نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔
(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۵۰ تا ۵۵۴)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا وآخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل وبہتر فرمایا۔

''والحديث مخرج بطريق عديدة من عدة من الصحابة الكرام رضوان الله تعالى عليهم اجمعين''، یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔

اور بیشک بکری کا گوشت دواما ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا خصوصا مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل

نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند دن روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۵۵۴تا۵۵۵)

# سورۃ الصافات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۹۶﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔☆

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اسکے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب عزوجل کے مخلوق ہیں۔ انسان کو فقط کسب میں ایک گونہ اختیار ہے۔

﴿۱۲۳﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔☆

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں۔

(براءت علی از بشرک جاھلی۔ ۱۵/۳۱)

# سورہ ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۴〉 قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ☆

داود نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داود سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

### 〈۱〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض علماء فرماتے ہیں: معراج سے پہلے رکوع اصلا نہ تھا، نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں، رکوع ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسراء عطا ہوا، بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا، اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید، امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرکوع فی الصلاۃ
ذکر جماعۃ من المفسرین فی قولہ تعالیٰ واركعوا مع الراكعين، ان مشروعیۃ الرکوع فی الصلاۃ خاص بھذہ الملۃ وانہ لا رکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل۔

ولہذا امرھم بالرکوع مع امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت: وقد یستدل لہ بما اخرجہ البزارو الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال: اول صلاۃ رکعنا فیھا العصر فقلنا: یا رسول اللہ! ما ھذا؟۔ قال: بھذا امرت۔ ووجہ الاسدلال انہ صلی قبل ذلک صلاۃ الظھر وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلک۔ فکون الصلاۃ السابقۃ خالیابالرکوع قرینۃبخلو صلاۃ الامم السابقۃ منہ اھ۔

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالی کے فرمان اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا ۔اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں، اوراس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے۔ کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے۔ تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ۔

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الرکوع من خصائص الامۃ وما صلاہ المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء لا رکوع فیہ۔ وکذا ظھر عقب الاسرار اول صلاۃ برکوع العصر بعدھا۔

رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، اور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی اس میں بھی رکوع نہ تھا، اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح وحسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالی عنہ ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے، کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبہ کعبہ کھڑے ہوگئے، ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے، تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے، پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا، جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہا: یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبری ہیں رضی اللہ تعالی عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی وہ مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالی عنہ قال: جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا فاتیت العباس وکان رجلا تاجرا۔ فانی عندہ جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء اذاقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ فلم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام عن یمینہ، ثم لم یلبث الا یسیرا حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ۔ فقلت یا عباس امرا عظیم، فقال: امر عظیم، تدری من ھذا الشاب؟ ھذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی، تدری من ھذا الغلام؟ ھذا علی بن اخی، تدری من ھذہ المرأۃ؟ ھذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ۔ ان ابن اخی ھذا حدثنی ان ربہ رب السموات والارض امرہ بھذا الدین ولم یسلم معہ غیر ھولاء الثلثۃ۔ فیہ سعید بن خیثم الھلالی قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری۔ قال البخاری لا یتابع علی حدیثہ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے

تخریج کی ہے۔وہ فرماتے ہیں: کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا،اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے،ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کو دیکھا، پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے،تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا اور جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی، پھر جوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔میں نے کہا: اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے،عباس نے کہا: ہاں بڑا معاملہ ہے،جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے۔جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جوان کی بیوی ہے، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔اس میں ابن خیثم ہلالی ہے۔ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبداللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔بخاری نے کہا: اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اور دعوی اختصاص امت پر آیہ کریمہ "وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه وخرراكعا واناب ۔" اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔کے ورود میں اگر تامل بھی ہو۔ "فان كثيرا منهم فسروا اههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعدما كان راكعا اى سجد۔ کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے۔اگر چہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹۱/۵ تا ۹۴)

﴿۳۰﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۞

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

﴿۳۱﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۞

جب کہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائیں تو ہوا ہو جائیں۔

**﴿۳۲﴾ فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ۔☆**

تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے چھپ گئے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔

علماء فرماتے ہیں:

یہ نماز نماز عصر تھی۔ جلالین میں ہے:

عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر "اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔

مدارک میں ہے:

غفل عن العصر و کانت فرضا فاغتم۔ "عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزدہ ہو گئے۔

اور سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے، تو اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث "ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی" کسی کے لئے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں ہے۔

ہو من ولد بنیامین بن یعقوب علیہم الصلاۃ والسلام و کان بعد سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام وفیہ فی فصل حکم عقد قلب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یونس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی مراۃ الزمان کان بعد سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام۔

یونس بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اھ۔ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے "حکم عقد قلب النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ' مراۃ الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاۃ السلام کے بعد تھے۔

یہ تو یونس علیہ الصلاۃ السلام کی نسبت تصریح تھی۔ اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ ان کا واقعہ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا، اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داود علیہ الصلاۃ والسلام نے شروع کی اور سلیمٰن علیہ السلام نے ختم فرمائی، تو سلیمٰن وعزیر علیہم الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا۔

معالم التنزیل میں ہے:

قال الذی قال :ان المار کان عزیرا ان بخت نصر لما خرب بیت المقدس واقدم سبی بنی اسرائیل ببابل کان فیهم عزیر و دانیال و سبعة الاف من اهل بیت داود علیهم الصلاة والسلام فلما نجا عزیز من بابل ارتحل علی حمار له الخ۔

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کردیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داوٗد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے، پھر جب اللہ تعالی نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے الخ۔

اسی میں ہے:

یعملون له ما یشاء من محاریب کان مما عملوا له بیت المقدس ابتداه داود علیه الصلوٰة السلام فلما توفاه الله تعالی استخلف سلیمٰن علیه الصلاة والسلام فبنی المسجد بالرخام والجواهر واللألی والیواقیت۔ فلم یزل بیت المقدس علی ما بناه سلیمٰن علیه الصلوٰة والسلام حتی غزاه بخت نصر، فخرب المدینة ونقض المسجد اه ملتقطا۔

(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داوٗد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمٰن علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں

،موتیوں اور یاقوتوں سے بنوایا۔ یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کردیا اور مسجد گرادی۔ اھ ملتقطا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

(جدید۔۵/۱۷۔تا۔۷۳)

(۴۴) وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ؕ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ؕ نِّعْمَ الْعَبْدُ ؕ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۔☆

اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا۔

**عن** أبی امامة بن سهل بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه أنه أخبره بعض اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الأنصار انه اشتکی رجل منهم حتی أضنی فعاد جلدة علی عظم فد خلت علیه جاریة لبعضهم ،فهش لها فوقع علیها ، فلما دخل علیه رجال قومه یعودونه أخبرهم بذلك فقال : استفتوا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانی قد وقعت علی جاریة دخلت علیّ ، فذکروا ذلك لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و قالوا : ما رأینا باحد من الناس من الضر مثل الذی هو به لو حملنا الیك لتسفخت عظامه ، ما هو الا جلد علی عظم فامر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أن یاخذوا له مائة شمراخ فیضربوه بها ضربة واحدة ۔

ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بتایا۔ کہ ایک انصاری ایسے سخت بیمار ہوئے کہ انکا چمڑا ہڈیوں سے چپک گیا۔ اسی درمیان ایک انصاری صحابی کی باندی کا گزر انکے پاس سے ہوا تو یہ اس سے زنا کر بیٹھے، جب کچھ لوگ انکے خاندانی انکی عیادت کے لئے آئے تو انہوں نے خود یہ واقعہ بتایا اور کہا: میرے لئے سرکار سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔ لہذا

سرکار سے تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا: اس جیسا کمزور شخص ہم نے نہیں دیکھا کہ آپکی خدمت میں انکولایا جائے تو انکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں، وہ تو ایک ہڈی کا ڈھانچہ ہیں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سو شاخوں والی ایک ٹہنی لیکر ایک بار مارو۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۴۶

**عن** سعید بن سعد بن عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنهم قال: کان بین ابیا تنا رجل مخدج ضعیف، فلم یرع الا وهو علی امة من آماء الدار یخبث بها، فرفع شانه سعد بن عبادة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: اِجْلِدُوْهُ ضَرْبَ مِأَةَ سَوْطٍ! قالوا: یا نبی اللہ! هوا ضعف من ذلك، لو ضربناه مائة سوط مات، قال: فَخُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِیْهِ مِأَةُ شَمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْا ضَرْبَةً وَّاحِدَةً۔

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ہماری بستی میں نہایت کمزور شخص رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی شخص کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ حضرت سعد نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار نے فرمایا: سو کوڑے لگاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! وہ نہایت کمزور ہیں۔ اگر سو کوڑے مارے گئے تو مرجائیں گے۔ فرمایا: اچھا سو شاخوں والی ایک کھجور کی ٹہنی لو اور ایک مرتبہ مارو۔

**عن** سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: ان ولیدة فی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلك فقالت: احبلنی المقعد، فسئل فاعترف، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: اِنَّهٗ لَضَعِیْفٌ عَنِ الْجِلْدِ، فأمر بمأة عثکول و ضربه بها ضربة واحد۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زنا سے حاملہ ہوگئی۔ اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے مقعد نامی ایک شخص کے بارے میں بتایا۔ اس شخص نے اس فعل کا اعتراف کرلیا۔ تو سرکار نے اسکی کمزور حالت دیکھ کر فرمایا: سو شاخوں والا ایک گچھا لیکر ایک مرتبہ مارو۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۴۶

# سورۃ الزمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴۲﴾ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ج فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔☆

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آدمیوں، جانوروں اور ہر ذی روح کی جان اللہ ہی قبض فرماتا ہے۔ مدبرات الامر میں یہ کام ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام کو سپرد ہے، اور اس میں تخصیص جن وانس ووحش وطیر نہیں، سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کیا مچھر کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں؟ فرمایا: مچھر نفس رکھتا ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: تو اس کی روح بھی وہی قبض فرماتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۔ ۲۱/۱۱)

# سورۃ غافر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ حٰمٓ۔

﴿۲﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔☆

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

﴿۳﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ لا ذِی الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔☆

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صبح وشام کی دعاؤں میں آیت الکرسی کے ساتھ ان تینوں آیتوں تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے، اور شام پڑھے تو صبح تک "رواہ الترمذی والبزار وابنا نصر ومردویہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" بحال جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا ہے کہ حروف مقطعات کے معنی اللہ ورسول ہی جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱/۸۲۰)

لیکن بحالت جنابت وحیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا، مثلاً تفریق اعدا کے لئے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں، یا تو دعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی، یا اللہ عزوجل کے نام وکلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت، جیسے عمل سورۂ یٰس وسورۂ مزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا اعدا دمعینہ خواہ

ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے ،اس کے موکلات تابع ہو جائیں ،اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنی بیوضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے ،اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہو سکتی جس میں صرف معنی دعا وثنا ہی ہے کہ اولا یہ نیت نیت دعا وثنا نہیں ،ثانیا اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولی ناممکن ،اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ ۶: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغییر قرآن نہیں کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے ،کون کہے گا کہ "افحسبتم انما خلقنکم عبثا "تا آخر سورت مصروع ومجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے ،ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا وثنا بصیغہ غیبت وخطاب ہوں اور اس کے اول میں قل بھی نہ ہو نہ اس میں حروف مقطعات ہوں اور اس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا وثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لئے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱/۸۲۰۔تا۔۸۲۱)

**(۴۶) اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔☆**

آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

**﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "ان ارواح ال فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو وتروح الی النار فیقال یاال فرعون وهذه ما وکم حتی تقوم الساعة۔

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انہیں روزانہ دوبار نار پر پیش کیا جاتا ہے صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو یہ تمہارا ٹھکانا ہے

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے، ہر روز صبح وشام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہ کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و موطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامات احد کم عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار یقال له هذا مقعدك حتی یبعثك الله الی یوم القیامة۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات وسیئات اور گاؤ ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں، جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال۔ ۱۹۔ میں تسلیم کیا، مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعا عام ہے۔ صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے، تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش وگوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں؟ مگر حاشا! وہ کب اس راہ آتے ہیں۔ انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا

حرام کرتی ہے، ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرتی ہے، وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کرلیں گے گو بے واسطہ چشم، انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال۔ الحمد للہ المھیمن المتعال وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ خیر صحب وال۔ تمام تعریف خدا نگہبان برتر کے لئے ہے اور اللہ تعالی ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر جو بہترین آل واصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۷۳۔تا۸۷۵)

﴿۵۵﴾فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔☆

تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

### ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مواہب لدنیہ کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں؟ تو کہا گیا ہے: کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: وسبح بحمد ربک قبل طلاع الشمس وقبل غروبھا۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا۔ پھر اللہ تعالی نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے۔ پھر اس کو منسوخ کر

دیا، اس حکم سے جو سورۂ مزمل کے آخر میں ہے۔ پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو، لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے۔

اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے۔ اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟۔ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے، مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے۔ (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے: اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے۔ (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقا پہلی نماز جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۷۶ تا ۷۸)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالى و سبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔

فاقول: اضعف، واضعف، بل ليس بشيء اصلا، فان الاية من سورة حم المومن، وقد تاخر نزولها عن سورة بني اسرائيل النازلة بخبر الاسراء، برمان

طویل، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القرآن عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول مانزل من القرآن اقرا باسم ربك ثم ن ۔ فذکر الحدیث الی ان قال ثم بنی اسرائیل، ثم یو نس، ثم ھود، ثم یوسف ثم الحجر، ثم الانعام ثم الصفت ثم لقمان ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم المومن الحدیث فکیف یستدل بھا علی ایجاب صلاۃ قبل الاسراء لاجرم ان فسر ھا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالی عنہ بالصلوات الخمس کما فی المعالم ۔ وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الا یسیر احتی اجتمع ناس کثیر، ثم اذن موذن واقیمت الصلاۃ قال فقمنا صفوفا ننتظر من یو منا فاخذ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام بیدی فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال لی جبریل: اتدری من صلی خلفك؟ قلت: لا ۔ قال صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی ۔

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالی کے اس فرمان سے۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضیعف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے۔ بلکہ سرے سے بیکار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے۔ پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صافات، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مومن آخر تک تو پھر حم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی جب کہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے، اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے۔ (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، جبریل نے کہا: کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔

اقول: ولعل مطمح نظر ظاهر ـ

اما اولا: فلان الاذان والاقامة المعروفين ما شرع الا بالمدينة، والاسراء قبل الهجرة ولذا قال الزرقاني في تفسير الحديث: اذن موذن اي اعلم لطلب الصلاة فاقيمت الصلاة اي تهيؤ الها وشرعوا فيها، فلا يرد ان الاذان والاقامة انما شرعا بالمدينة والاسراء كان بمكة اه ـ

و اما ثانيا: فلان تخصيصهما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامة اما قبل ذلك فاى دليل عليه ؟

واما ثالثا: وهو القاطع فلان الاسراء انما كان بالليل وقد علمنا ان صلاة الليل كانت فريضة قبل فرض الخمس فما يدريك لعلها هي، وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق به متعلق مما روى مسلم عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه في حديث الاسراء، وحانت الصلاة فاممتهم ـ

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔

اولا: اس لئے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوئی تھی، اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک موذن

نے اذان کہی" کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کئے جانے سے ان کو آگاہ کیا۔ اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوئی تھی۔

ثانیا: اس لئے کہ اذان واقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو امت کے لئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟

ثالثا: اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا؟ ہوسکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو، اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہوسکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

تاہم اس قدر یقینا معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے، نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد، عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر فکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا آخر النہار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے، اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں، بلکہ نماز شروع روز بعثت شریفہ سے مقرر و مشروع ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی، تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجة والحارث فی مسنده وغیرهم عن اسامة بن زید عن ابیه رضی الله تعالی عنهما ان جبریل اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی اول ما اوحی الیه فاراه الوضوء والصلاة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه وفی سیرة ابن اسحٰق وسیرة ابن هشام والمواهب اللدنیه من المقصد الاول وکتاب الخمیس وافضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المکی ثم حاشیة الکنز للعلامة السید ابی السعود الازهری ثم حاشیة الدر للعلامة السید احمد الطحطاوی وهذا لفظ القسطلانی مزیدا من الزرقانی (قدروی) مرضه لان له طرقا لاتخلو من مقال لکنها متعددة یحصل باجتماعها القوة ان جبریل بداله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو باعلی مکة کما عند ابن اسحٰق ای بجبل الحراء کما فی الخمیس فی احسن صورة واطیب رائحة فقال یا محمد! ان الله یقرئك السلام ویقول لك انت رسولی الی الجن والانس فادعهم الی قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبعت عین ماء فتوضابها جبریل زادا ابن اسحٰق، ورسول الله ینظر الیه لیریه کیف الطهور للصلاة ثم امره ان یتوضاء وقام جبریل یصلی وامره ان یصلی معه، زادفی روایة ابی نعیم عن عائشة رضی الله تعالی عنها فصلی رکعتین نحو الکعبة فعلمه الوضو والصلاة ثم عرج الی السماء، ورجع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو یقول: السلام علیك یا رسول الله احتی اتی خدیجة فاخبرها فغشی علیها من

الفرج ثم امرھا فوضأت وصلی بھا کما صلی بہ جبرئیل ،زادفی روایۃ و کانت اول من صلی۔ فکان ذلک اول فرضھا ای تقدیر ھا رکعتین اہ ولہ تمام سیاتی

واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالی عنہ قال صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ۔ آخرہ وصلی علی یوم الثلثاء۔

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا، سیرت ابن اسحق، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ کے مقصد اول، کتاب الخمیس، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ روایت کی گئی ہے۔ بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے۔ اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا۔ ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تا کہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائیں۔ پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، اور نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آ گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں۔ تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا۔ دو رکعتیں اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔ (فتاوی رضویہ جدید۔ ۵/۸۰۔ تا ۸۵۔)

(۶۰) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔☆

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(دعا کی مقبولیت میں مندرجہ ذیل احادیث اس آیت کی تفسیر ہیں)

**عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ذكر يوم الجمعة فقال: فيه ساعة لا يوافقها عبد مسلم و هو يصلی يسأل الله شيئا الا اعطاه اياه ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بھی مسلمان بندہ بحالت نماز دعا کرے تو اس کی مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔ ۱۲م

**عن** أبی بردة بن أبی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال لی عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: اسمعت اباك يحدث عن رسول الله فی شان ساعة الجمعة؟ قال: قلت: نعم سمعته يقول: سمعت رسول الله صلی الله

تعالیٰ علیه وسلم یقول : هی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوة ۔

حضرت ابو بردہ بن ابی موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کی حدیث جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کے بارے میں سنی جس میں دعا قبول ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز ادا ہونے تک ہے۔۱۲م

**عن** انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التمسوا الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة بعد العصر الی غیبوبة الشمس ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں قبولیت دعا کی غالب امید ہے اس کو تم عصر سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔۱۲م

**عن** عمرو بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان فی الجمعة ساعة لا یسأل الله العبد فیها شیئا الا اتاه الله ایاه ، قالوا: یا رسول الله ! ایة ساعة هی ، قال : حین تقام الصلوة الی انصراف عنها ۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا: جب نماز قائم ہو اس وقت سے فارغ ہونے تک۔۱۲م

۲۰۱۷۔ **عن** ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : خرجت الی الطور فلقیت کعب الاحبار فجلست ، فحدثنی عن التورات و حدثته عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکان فیما حدثته ان قلت ، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اخیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق آدم ، و فیه اهبط ، و فیه تیب علیه ، و فیه مات ، و فیه تقوم الساعة ، و ما من دابة الا و هی مصبحة یوم الجمعة

من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن و الانس، و فیه ساعة لا یصادفها عبد مسلم و هو یصلی فیسأل الله شیئا الا اعطاه ایاه، قال کعب: ذلك فی کل سنة، فقلت: بل فی کل جمعة، فقرأ کعب التوراة فقال: صدق رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں طور کی جانب سفر کر کے گیا تو وہاں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو انہوں نے تورات سے کچھ سنایا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایام میں بہتر وافضل یوم جمعہ ہے ۔ کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن زمین پر اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا وصال ہوا، اسی دن قیامت قائم ہوگی زمین پر چلنے والا ہر جانور جمعہ کے دن صبح ہی سے قیامت آنے سے خوفزدہ رہتا ہے مگر جن وانس ۔ اور اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ بحالت نماز جب دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے ۔ حضرت کعب نے فرمایا: یہ ہر سال میں فقط ایک دن ہے میں نے کہا: بلکہ ہر جمعہ میں ایک ساعت ہے ۔ حضرت کعب نے جب دوبارہ تورات پڑھی تو بولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ۔ ۱۲م

**عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: فی الجمعه ساعة لا یوا فقها عبد یستغفر الله الا غفر له ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بندہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے ۔ ۱۲م

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبولیت دعا کی ساعت روز جمعہ کی پچھلی ساعت ہے ۔

ساعت جمعہ کے بارے میں اگرچہ اقوال علماء چالیس سے متجاوز ہوئے مگر قوی وراجح

ومختار اکابر محققین وجماعت کثیرہ ائمہ دین دو قول ہیں۔

ایک وہ جس کی طرف حضرت والد ماجد قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: یعنی ساعت اخیرہ روز جمعہ غروب آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ اشباہ میں فرمایا: ہمارا یہ ہی مذہب ہے عامۂ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔

یونہی تاتارخانیہ میں اسے ہمارے مشائخ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔ اور یہ ہی مذہب ہے عالم الکتابین سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام، سیدنا حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور اسی طرف رجوع فرمایا سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بتول زہراء صلوات اللہ وسلامہ علی اُبیہا وعلیہا سے۔ اور یہ ہی مذہب ہے امام شافعی و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور امام اسحاق بن راہویہ وابن الزملکائی، اور ان کے تلمیذ علائی وغیرہم علماء کا۔ امام ابوعمرو بن عبد البر نے فرمایا: اس باب میں اس سے ثابت تر کوئی قول نہیں۔ فاضل علی قاری نے کہا: یہ تمام اقوال سے زیادہ لائق اعتبار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ولہذا حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے۔ اس وقت سے فرض جمعہ کے سلام تک ساعت موعودہ ہے۔ یہ حدیث مرفوع اُبی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منصوص ہوا۔ امام مسلم نے فرمایا: یہ سب اقوال سے اصح اور احسن ہے۔ اسی کو امام بیہقی و امام ابن العربی و امام قرطبی نے اختیار کیا۔

امام نووی نے فرمایا: یہ ہی صحیح بلکہ صواب ہے۔ اور اسی طرح روضہ ودرمختار میں اس کی تصحیح کی۔

دلائل طرفین فتح الباری وغیرہ میں مبسوط۔ اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قوتیں ہیں۔ طالب خیر کو چاہیے کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرے۔ یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول۔ اور بیشک اس میں امید اقوی واتم، اور مصادفت مطلوب کی توقع اعظم، واللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: اس دوسرے قول پر اس ما بین میں دعا دل سے ہوگی۔ یا زبان سے دعا کا موقع بعد التحیات ودرود کے ملے گا۔ خواہ جلسہ بین السجدتین میں جبکہ امام بھی وہاں قدرے

توقف کرے۔ فافہم　　ذیل المدعا　ص　۴۷

**عن** عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنهم ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : خیرا لدعا دعا ء یوم عرفة ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عن أبیہ عن جدہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ ۱۲م

**عن** عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالی عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : خیر الدعا ء دعا ء یوم عرفة و خیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا اله الا الله و حده لا شریك له ، له الملك و له الحمد ، و هو علی کل شئ قدیر ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور بہتر وظیفہ وہ ہے جو میرا اور انبیائے سابقین کا رہا ہے یعنی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له ، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ۔

**عن** عثمان بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تفتح ابواب السماء نصف اللیل ، فینادیٰ مناد ! هل من داع فیستجاب له ؟ هل من سائل فیعطی ؟ هل من مکروب فیفرج عنه ۔ فلا یبقی مسلم یدعو ا الله بدعوة الا استجاب الله عزوجل له الا زانیة تسعی بفرجها او عشار۔

حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا کریں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو؟ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا محاصل تحصیلنے والا۔

فتاوی رضویہ ۹/۱۸۲

**عن** عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوف اللیل الآخر الدعاء فیہ افضل وارجی ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف رات میں دعا افضل ہے اور قبولیت کی اس میں زیادہ امید ہے۔

ذیل المدعا، ۳۵

**عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : الدعاء بین الاذان والاقامۃ مستجابۃ فادعوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان واقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔لہذا اس وقت دعا کرو۔۱۲م

**عن** عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من تعار من اللیل فقال: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ، وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ،ثم قال : اللھم اغفرلی ، او قال: ثم دعا استجیب لہ، فان عزم توضا ثم صلی قبلت صلوتہ ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے شب بیدار رہ کر پڑھا، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ، اور پھر بطور دعا پڑھا، اللھم اغفرلی، یا فرمایا: پھر اس نے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہے۔ پھر اس نے ارادۂ نماز کیا اور وضو کرکے نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہے۔۱۲م

**عن** ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ثلاث ساعات للمرء المسلم ما دعا فیھن الا استجیب لہ مالم یسئل قطیعۃ رحم او ماثما، حین یوذن المؤذن بالصلوۃ حتی

یسکت ، وحین یلتقی الصفان حتی یحکم اللہ تعالیٰ بینھما ،وحین ینزل المطرحتی یسکن ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں دعا قبول ہوتی ہے اگر کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے، اذان کے وقت، جہاد کے وقت، اور بارش ہوتے وقت۔۱۲م

# سورہ فصلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲۱﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔☆

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قیامت کے دن انسان کی کھالوں کی گویائی کا ذکر جس سے امام احمد رضا قدس سرہ مندرجہ ذیل استدلال فرمایا)

اخرس تو انسان ہے، جامد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے۔ کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں و جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار رہا بار ہوگا۔ قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا۔ جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑلیں گے، شجر و حجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ، یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد۔ اللہ عزوجل اپنی قدرت کا اظہار بھی یونہی فرمائے گا۔

اگر کلام جماد و اخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا زنہار وقوع کا نام نہ پاتا۔ کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم۔ تو وقوع نے ظاہر کردیا کہ صرف خلاف عادت ہے۔ جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی۔ تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی۔ اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا

عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل میں مدح ہے۔تولاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا،اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے۔آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا،زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا۔العظمۃ للہ۔اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے۔مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا۔اہل بدعت خصوصا نجدیہ کہ یہ شخص جن کا معلم وامام ہے کفر وشرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہے،بات پیچھے اور کفر وشرک پہلے۔اگر جزاء سیئة سیئة مثلها (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوی کفر نہ دیتے مگر الحمد للہ یہاں۔ ادفع بالتی هی احسن (برائی کو بھلائی سے ٹال) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں۔والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۹۸۔۳۹۹۔)

## ﴿۳۳﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔☆

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔

### ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا ذکر ہے اس سے ہر کار خیر کی طرف بلانا ثابت)

عیدین میں "الصلاۃ جامعۃ" نماز کی جماعت تیار ہے، بآواز بلند پکارنا مستحب ہے مرقات شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

• یستحب ان ینادی لها الصلوٰة جامعة بالاتفاق ۔

یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا۔ یثوب بین الاذان والاقامة فی الکل

للکل بما تعارفوہ۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الکل ای الصلوات لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ماتعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن اھ۔

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان و اقامت کے درمیان تثویب کہنا چاہئے۔

فی الکل۔ سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے، کیونکہ دینی امور میں سستی غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ۔

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ موذن بآواز بلند کہتے ہیں۔ الصلوۃ علی المیت یرحمکم اللہ" میت پر نماز جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اور یہ سب اس آیہ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ "من احسن قولا ممن دعاالی اللہ" اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعاالی الھدی فلہ اجرہ واجر من تبعہ۔ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(جدید ۳۸۴/۵۔۳۸۵)

(۴۱) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ☆

بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

﴿۴۲﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ☆

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم التنزیل شریف میں ہے:

قال قتادۃ والسدی الباطل ھو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیہ او ینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیاتیہ الباطل من بین یدیہ اویزاد فیہ فیاتیہ الباطل من خلفہ وعلی ھذا لمعنی الباطل الزیادۃ والنقصان۔

یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا اور بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے، اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳، ص ۱۸۸ وص ۱۸۹۔ میں ہے:

کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلا یجوز، قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن یستتر باظہار الاسلام وھو قاصد الی افسادہ ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا، وزعموا ان فی القرآن کانت آیات فی امامۃ علی فی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابۃ فلم تبق باندراس زمانھم والدلیل علی بطلان ھذا القول قولہ تعالی :انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ۔ کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمۃ اہ ملتقطا۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں۔ بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لیکر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃ انہیں اسلام کا تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے

ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولیٰ علی وفضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں، جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں۔ اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے: کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اسکے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں:

وکذلک من انکر القرآن او حرفا منه او غیر شیئا منه او زادفیه "۔

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اسکے کسی حرف کا انکار کرے یا اسمیں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجود سے کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم ان رایت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن العیاذ بالله کان زائد اعلی هذاالمکتوب قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ بالله لم یختر صاحب ذلك التفسیر هذاالقول فمن قال بهذا لقول فهو کافر لانکاره الضروری ۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاباللہ ان کے قصور سے جاتا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۵۲۲۔۵۳۲)

# سورۃ الشوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۱) اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔☆

یا ان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق، احکام الٰہیہ دو قسم ہیں۔

**اول تکوینیہ**: مثل احیاء واماتت، قضائے حاجت ودفع مصیبت، عطائے دولت، رزق، نعمت، فتح اور شکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

**دوم تشریعیہ**: کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک، قال اللہ تعالیٰ۔

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ۔

کیا ان کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جنکا خدا نے حکم نہ دیا۔ اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: والمدبرات امرا۔

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر وذریہ طاہرہ اودر تمام امت بر مثال پیراں ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند۔ وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے مرشد جیسے مجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج ومعمول ہے۔

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ اگر کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کردیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کردیا تو شرک سوجھتا ہے۔ یہ ان کا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچا پن ہے، جب ذاتی وعطائی کا تفرقہ اٹھادیا پھر احکام احکام میں فرق کیسا؟ سب یکساں شرک ہونا لازم۔

ان کا امام مطلق وعام کہہ گیا:

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

نیز کہا:

کسی کام کو روا یا ناروا کردینا اللہ ہی کی شان ہے۔ تقویۃ الایمان

صاف تر کہا:

کسی کی راہ ورسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان

اور آگے اسکا قول:

رسول اللہ کے حکم پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے

تقویۃ الایمان

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصر کیساتھ تصریح کر چکا ہے کہ

پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے،

تقویۃ الایمان

نیز کہا کہ:

انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا، سو ان میں بڑائی یہ ہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں، صرف بتانے، جاننے، پہچاننے پہو چانے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں، فرائض کو انہوں نے فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔ تقویۃ الایمان

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے، یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا نبی کی نسبت یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اسکا حکم سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ اور انہیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تقویہ

تو ذاتی عطائی کا تفرقہ دین نجدیت میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا وہ کہہ چکا۔ نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے، اس نے تو یہ ہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو

تقویہ

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھری تو رسول کا حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول

کے لئے فرض وحرام کردینے سے جاننا کیوں کر شرک نہ ہوگا۔ غرض وہ اپنی پکی دھن کا پکا ہے،
ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد پیش
کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر جو ارشاد ہوا کہ مدینے کو حرم
میں کرتا ہوں، اس جوئی کے موحد نے کہ جابجا کہتا ہے:

خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔ تقویۃ

صاف صاف حکم شرک جڑ دیا، اور اللہ تعالیٰ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

واللہ الہادی الی منائر النور۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اول یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام
تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے، وباللہ التوفیق۔

آیت: ان کل نفس لما علیہا حافظ۔

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ ونگہبان
رہتے ہیں۔

آیت ۲:۔ ان الذین توفتہم الملائکۃ۔

بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت ۳۔ جاء تہم رسلنا یتوفونہم۔

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت ۴۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ۔

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت ۵۔ ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین۔ تتوفتہم الملائکۃ
ظالمی انفسہم۔

بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں
اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت ۶۔ کذلک یجزی اللہ المتقین الذین تتوفتہم الملائکۃ طیبین۔

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔جعلنا اللہ منھم بفضل رحمتہ بھم، آمین

آیت ۷۔ الرٰ کتاب انزلناہ الیك لیخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروانگی سے غالب، سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۸۔ ولقد ارسلنا موسی بآیتنا ان اخرج قومك من الظلمات الی النور۔

اور بیشک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

**اقول**: اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایت، جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی۔ اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا، انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمد للہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی۔

پیغمبر خدا نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کو کیا کرسکوں، غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرادیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنادیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کردیں یا فتح وشکست دے دیویں یا غنی کردیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔

ملخصا تقویۃ الایمان

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ، دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا ورسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالایئے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ، ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا

تو کریم ، اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے، انك لا تهدى من اجببت ، وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ تاخدانہ دہد سلیمان کے دہد

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے، ،اور افتؤ منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض ، میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العاقبة و دوام العافية والحمدلله رب العالمين۔

الامن والعلی ۱۵۷ تا ۱۷۰

﴿۲۵﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ۔☆

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے، اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔

عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کل شیٔ یتکلم به ابن آدم فانه مکتوب علیه ، فاذا خطأ الخطيئة ثم احب ان یتوب الی الله عزوجل فليأت بقعة مرتفعة فليمدد يديه الى الله ثم يقول : اللهم انی اتوب اليك منها لا ارجع اليها ابدا ، فانه يغفر له مالم يرجع في عمله ذلك ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے، تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور کہے: الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں آب کبھی ادھر عود نہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادیگا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہ ہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بعد اور دوری نیز محل طاعت ومنزل رحمت یعنی آسمان کا قرب حاصل ہو۔ جب سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا زمانۂ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا، وہاں تشریف لیجانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی: اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔

(فتاوی رضویہ ۴/۵۴۲)

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے گناہ سے توبہ کرلی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

(فتاوی رضویہ ۳/۲۱۰)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: خیر الخطائین التوابون۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے۔

(فتاوی رضویہ ۷/۵۱۰)

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۵۵۲)

﴿۲﴾ ذٰلِکَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا

الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔☆

یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اسکے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

**﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفار مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار سے قرابت نہ رکھتا ہو۔ اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہل عرب کی سرشت میں رکھا گیا تھا۔ تو وہ جو تکلیفیں پہونچاتے تھے ان کی بابت ارشاد فرمایا گیا کہ اور کسی بات کا خیال نہ کرو قرابت داری ہی کا کہ حضور کو تکلیف پہونچانے سے باز رہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "قربیٰ" سے مراد سادات کرام واہل بیت عظام ہیں اور استثناء بر صورت منقطع ہے۔ "لا اسئلکم علیہ اجرا۔ سالبہ کلیہ ہے۔

(الملفوظ۔۴/۵۸)

# سورة الزخرف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۸﴾ اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ۔☆

اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عورتوں کو سونے چاندی کے زیورات پہننا جائز ہیں۔

عن زيد بن ارقم رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذهب و الحرير حل لا ناث امتى و حرام على ذكورها

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم کا لباس میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہیں۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول ۱۴/۹)

﴿۳۶﴾ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ۔☆

اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

﴿۳۷﴾ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مهتدون ۔☆

اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

﴿۳۸﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۔☆

یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

(۳۹) وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۔☆

اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک،

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ پست فطرت، دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں ۔قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۶۴۵)

# سورۃ الاحقاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۵﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔☆

اورہم نے آدمی کوحکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہونچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم ۔ اس آیت کریمہ میں رب العزت ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد کرتا ہے: ’’ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک ۔ ‘‘ تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں، پیٹ میں

رکھا اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا" اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵۹/۹)

# سورہ محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۳﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۔☆

اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافرین کا تسلط وغلبہ تھا ظاہر وعیاں ہے، اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہو کر انہیں پر مبعوث ہوئے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفر کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا جیسا کہ آیت میں ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۳۶۸)

﴿۱۹﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۔☆

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالی اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے۔

(قدیم ۱۱/۱۳۵)

﴿۳۳﴾ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۔☆**

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر کسی نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نا مکمل چھوڑ دیا۔ تو یہ فعل عبث ہے اور اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے قطع کو ابطال قرار دیا۔ فرماتا ہے: تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۷۴)

# سورۃ الفتح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْمًا۔☆

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

لام "لک" تعلیل کا ہے اور "ما تقدم من ذنبک" تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدنا آمنہ رضی اللہ تعالی عنہما۔ سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثنائے انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور "ما تاخر" تمہارے پیچھے یعنی قیامت تک تمہارے اہلسنت وامت مرحومہ۔ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تعالی تمہارے سبب سے بخشدے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۱۱۲)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتیکہ داشت خدا شد بروتمام۔

میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے معیار کامل ہے، وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے۔ یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔ یا دے سکتا ہے مگر بجل

مانع ہے۔یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی۔الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں،باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں،اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں،لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولی عزوجل نے سب اعلی وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں،اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا جیسے۔ارشاد ہوا۔لواردنا ان نتخذ ولدا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین''اگر ہم بیٹا چاہتے تو اپنے پاس سے کر لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو! تم عزیر کو اور عرب کے مشرکو تم 'ملائکہ' کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو،ہمیں اگر اپنے لئے بیٹا بنانا ہوتا تو انہیں کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (الملفوظ۔۲/۴۵)

## ﴿۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔☆

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ ۱

### ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال ان کے سامنے ہوں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۱۶۸)

## ﴿۹﴾ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا۔☆

تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

### ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ دین و ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔جو ان

کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۱۵/۱۶۸)

(۲۵) هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ضرور ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا، شہر میں نہ جانے دیا، صلح پر فیصلہ ہوا، ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبتی ہوی بات تھی اور حقیقت میں بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں، مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں، تم قہرا جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا بھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں لے گا، اسلام دے گا، ان کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا، یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

(الامن والعلی۔ ص ۶۴)

﴿۲۹﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ☆

محمد اللہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل توانہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اوران کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اوراچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور ہیں۔ قال اللہ تعالی: سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود"

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔

یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان سے ہے۔

قول دوم = خشوع وخضوع وروش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں ہی بے تصنع ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔

قول سوم = چہرہ کی زردی کہ قیام اللیل وشب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔

یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

قول چہارم = وضو کی تری اور خاک کا اثر کہ زمین پر سجدہ کرنے سے ماتھے اور نا

ک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقوی واقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی ومقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط والصغیر وابن مردویہ عن ابیبن کعب رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی قولہ عز وجل: سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود وقال :النور یوم القیامۃ "

ولہذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدر ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز چھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما ونشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس وسائب بن یزید ومجاہد رضی اللہ تعالی عنھم سے اس کا انکار ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمدی بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنھما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: لقد افسد ھذا وجھہ اما واللہ ماھی السیما التی سمی اللہ ولقد صلیت علی جبھتی منذ ثمانین سنۃ ما اثر السجود بینی عینی" بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید ابن منصور وعبد بن حمید وابن نصر وابن جریر نے مجاھد سے روایت کی اور یہ سیاق اخیر ہے۔

"حدثنا ابن حمید ثنا جریر ابن منصور ان مجاھدا فی قولہ تعالی: سیما

ھم فی وجوھھم من اثر السجود وقال :ھو الخشوع فقلت :ھو اثر السجود فقال: انہ یکون بین عینیہ مثل رکبۃ العنزوھو کما شاء اللہ"

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاھد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے ۔میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاھد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی کہ فرمایا:

"اما انہ لیس بالذی ترون ولکنہ سیما الاسلام ومجیتہ وسمتہ وخشوعہ"

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات سلیمانیہ میں ہے۔" قال البقائی ولا یظن ان من السیما ما یصنعہ بعضہ المرائین من اثر ھیائۃ سجود فی جبھتہ فان ذالک من سیما الخوارج وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لأ بغض الرجل واکرھہ اذا رأیت بین عینیہ اثر السجود "

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے ۔یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دشمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع ،ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا ،نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔تو اس پر انکار نا متصور اور مذمت نا ممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے

پر ہے۔ تو زیر آیہ کریمہ " سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود "داخل ہوسکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں :"کما صرح بہ الامام حجۃ الاسلام وعلیہ درج عامۃ المفسرین الاعلام "

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف وارشاد العقل میں اسی پر اعتماد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا (فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

# سورۃ الحجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔☆

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہل سنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسب اختلاف مذہب مختلف، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے، اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں، ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ، وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے۔ یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ سازوں کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں۔ ولہذا وہ سفہاء عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں، اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں، قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا قول سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے۔ قول ۱۳۴ و۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ ودر مختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۹۰۱)

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے روضہ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہی آیت تلاوت کی۔

(فتاوی رضویہ جدید۔۱۵/۱۶۹)

〈۳〉 **اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ☆**

بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالی نے دربار مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی، اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں۔ اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور یہاں پست آوازی پر اللہ تعالی کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ اور شبہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت واجلال کیلئے ہے۔ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب واحترام تو اس سے بدرجہا اعلی واہم ہے۔

(شمائم العنبر۔۲۵۴۔تا۔۲۵۵)

(۳) ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ (عند) حضور کے لئے ہے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی اپنے اصول میں، اور امام صدر الشریعہ نے تنقیح وتوضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا: کہ عند حضور کیلئے ہے۔ محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق چلپی کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لئے ہے۔ جیسے آیۂ کریمہ "فلما رآہ مستقرا عندہ" اور حضور معنوی کے لئے جیسے۔ "وقال الذی عندہ علم من الکتاب" اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔ اور اسی طرح امام اجل ابو البرکات نسفی کی منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین انصاری نے فصول البدائع فی اصول الشرائع میں۔ مولا خسرو نے مرأت الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا: کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کیلئے آتا ہے۔ مدقق بہاری نے مسلم الثبوت میں ملک العلماء بحر العلوم نے فواتح الرحموت میں

فرمایا: کہ عند حضور حقیقی کے لئے ہے۔ جیسے ''عندی کوز'' میرے پاس پیالا ہے۔ اور معنوی کے لئے جیسے ''عندی دین فلان'' مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے۔ اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا، تو نہ تو ''عند'' کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش اور نہ ''عند'' کیلئے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے۔ اور سچ پوچھو تو ''عند'' اپنے مفاد میں ''بین یدیہ'' سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ ''عند'' کو ''بین یدیہ'' سے تنگ مانا جائے۔ چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب و بعید دونوں کے لئے ہے اور لدی خاص طور پر قریب پر دلالت کرتا ہے۔ رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا:

عند اعم تصرفا من لدی لان عند یستعمل فی الحاضر القریب وفیما هو فی حرزك وان کان بعید ابخلاف لدی فانه لا یستعمل فی البعید۔

عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے، اور لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جولانگاہ بھی بہت وسیع ہے، مزید آیات قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں۔

ارشاد الہی:

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله۔

جولوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔

نجمہ قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو۔ حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے، محراب رسول اور دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے، سبھی کیلئے چیخنا اور چلانا منع ہے بلکہ یہ کہئے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری پر کھڑا چیخ رہا ہو۔ یا صرف اس کے لئے خاص ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک

بالشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے، یا خود حضور ہی سے کلام کرے۔ اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند ایسا کہہ سکے گا۔

ارشاد الہی:

هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا۔

یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔

یہاں عند کا مفہوم پہلی والی آیت سے بھی وسیع ہے۔ کیونکہ یہاں تو عند سے مراد وہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہیں اگر چہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔

ارشاد الہی ہے کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں:

فاذا برزوا من عندك بيت طائفة منهم غير الذى تقول۔

ہم آپ کے فرماں بردار ہیں اور جب آپ کے پاس سے دور ہو جاتے ہیں تو انکی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے تھے۔

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابوبکر و عمر و عثمان وعلی و دیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو ادھر ادھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں۔ تو عند کہہ کر بھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان المتقين فى جنات ونهر فى مقعد صدق عند مليك مقتدر۔

بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہونگے۔

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن انہیں کہاں نسبت علماء کے

کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ۔ اور بہ نسبت انبیاء کے کسی ولی کا درجہ۔ اور کہاں سید الانبیاء علیہم السلام کا درجہ۔ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثری سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ مگر سب کو عند سے بیان کیا گیا ہے۔

نیز یہ آیات:

ان للمتقین عند ربھم جنت النعیم ۔ واذقالت رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة۔

متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے۔ اس نے دعا مانگی یا اللہ میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنادے۔

حضرت سلمان وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کرلی۔ تو کیا وہ انبیا واولیا سے بھی زیادہ قربت الہی کی طالب تھیں، وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جوان کے لائق ہونا چاہیے، حضرت خدیجہ وعائشہ رضوان اللہ علیہما کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو۔ چہ جائیکہ انبیا واولیا عظام علیہم الرحمہ الرضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

اللہ تعالی نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بل احیاء عند ربھم" شہداء اللہ تعالی کے پاس زندہ ہیں۔

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ علیہم کی منزل بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

اللہ تعالی فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین عند ربك ۔ جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں۔

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے۔ مگر تفاوت ہونا یقینا معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعین مقام۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم۔

کافروں نے خدا سے مکر کیا۔ ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالی سے کوئی قرب نہیں، نہ قرب مکانی کہ یہ ذات باری کے لئے محال ہے، نہ قرب مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے، لامحالہ اس آیت میں قرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالی کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں۔ تو یہ حضور علمی ہوا۔

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

ثم محلها الى البيت العتيق (يعنى البدن) قال فى المعالم اى عند البيت العتيق يريد ارض الحرم كلها قال فلا يقربو االمسجد الحرام كله ۔

قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔ معالم التنزیل میں فرمایا: الى البيت العتيق کا مطلب عند البيت العتيق ہے۔ یعنی حرم کی پوری زمین۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوا: پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منحر عند البیت العتیق قرار دیا۔ جب کہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔

احادیث کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں: ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول کرینگے۔

دربان کہتا ہے: میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ حالانکہ وہ دروازہ سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔

مکہ کا رہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات دونوں کا فاصلہ دو سو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

شاگرد استاذ سے اپنا تعلق بتاتے ہوئے کہتا ہے: میں اپنے استاذ کے پاس مکمل تین سال رہا حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ فقہاء کے کلام میں آئے ہوئے لفظ ''عند'' سے تو اذان ثانی کے متصل منبر ہونے پر استدلال کیا جائے اور فقہائے کرام نے خود لفظ ''عند'' کے جو معنی بتائے

ہیں اس سے روگردانی کی جائے۔

ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا یہ عبارت کنز کی ہے:

من سرق عن المسجد متاعا ربه عنده قطع۔

جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

کنز کی شروح مجتبیٰ، فتح القدیر، بحر الرائق اور در مختار میں فرمایا: الفاظ در مختار کے ہیں:

عنده ای بحیث یراه۔ سامان کے مالک کے پاس ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔

مذکور بالا شواہد سے یہ ثابت ہو گیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے "بین یدیہ" کے معنی میں بیان کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر نہیں چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے، مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اسکو وہی وہمی چیز سمجھتا ہے۔ اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال میں آتی ہے، جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے دو روٹی۔

الحمد للہ رب العالمین۔ گذشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو گئی جو اس موقعہ پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ۔

عند لفظ موضوع للقرب فتارة يستعمل فی المكان وتارة فی الاعتقاد نحو عندی كذا وتارة فی الزلفی او المنزلة۔ (مفردات امام راغب)

لفظ عند قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے، تو کبھی مکان کیلئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے لئے، جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کہیں رتبہ اور مرتبہ کے لئے ہوتا ہے۔

یا امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "وعند عبارة عن القرب۔ (مبسوط)

عند قرب بیان کرنے کیلئے ہے۔

کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کر دیا ہے جس کے لئے آیات کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان تمام آیتوں کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس

سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔اور خود لفظ قرب کا بھی یہی حال ہے۔جیسا کہ آیت۔"اقترب الساعۃ۔قیامت قریب ہوئی،اور،اقترب للناس حسابھم۔لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب ہوا۔وغیرہ سے ظاہر ہے۔کہ لفظ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے۔اور یہ بات بچوں تک پر واضح ہے۔

ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور وہ کیسے جواب دیتے،وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا۔بات یہ ہے یہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔صورت مسئلہ یہ ہے۔

زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالیجائے،اذان منبر کے وقت زید اسے مسجد لے کر پہونچا،متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریۃ مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہو کر واپس کر دیں گے،بعد نماز لوگ تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا،اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدود مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا۔اس اثناء میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازہ سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرا رخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا۔جیسے ہی مہلت پائی منبر لے کر نکل بھاگا۔

سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہوگا یا نہیں۔اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔

تو داخل مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں۔تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہوگا،ان کا ارشاد ہے:

جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چرایا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آرہا ہو۔تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اور اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کہ اس کا محافظ قرار دیا جائے،کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کرلیا کہ مسجد کے دروازہ کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے،یہ تو ہمارا دعویٰ تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا۔اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار

پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وہ راضی ہو اور جسے پسند کرے۔

اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری:

خذوا زینتکم عند کل مسجد ۔ ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔ اور خود وقت بھی مکان اور زمان دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشاد الٰہی ہے: "ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے۔

حنین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلۃ العقبہ، لیلۃ المعراج، اور لیلۃ الغار کا ہے۔ صحیحین کی حدیث: "ومن لہا یوم السبع ۔ سبع کا لفظ باء کے سکون کے ساتھ بھی مروی ہے۔ تو لفظ سبع سے مراد مکان حشر ہوگا۔ اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے۔

(شمائم العنبر ۔۲۸۶۔تا۔۲۹۴)

〈۶〉 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ☆

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فاسق کی خبر سے متعلق حکم آیا خوب تحقیق کر لیا کرو، لہذا)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں، ان میں مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر، درمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء یتیمم ولا یتوضاء ان اخبر بھا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا وفی العلمگیریة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات

فی ظاهر الروایات وهو الصحیح اه وفی ردالمحتار عن الهدایة الفاسق متهم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم اه۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے، جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو تیمم کرے وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور وفکر کرے۔ انتہی تلخیص، اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ۔ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ ان کی خبر سن کر تحری واجب، اگر دل پر ان کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو، اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں۔ مثلا: پانی رکھا ہو، کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اس سے وضو کر لے، یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون، پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر، وہ بھی وہاں جب حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اهل الذمة لا یقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضاء به وصلی جازت صلاته اه۔

فتاوی امام قاضی خان میں ہے: اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی (کافر) ہو اس کی بات قبول نہ کی جائے، اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہاوے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

وفی الهندیة عن التاتارخانیة رجل اشتری لحما فلما قبضه فاخبره مسلم ثقة انه قد خالطه لحم الخنزیر لم یسعه ان یاکله اه۔

اور فتاوی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس

پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں۔اھ

قلت: ومفهوم المخالفة معتبر في الكتب كما صرح به الائمة والعلماء وفي ردالمحتار عن الذخيرة انه في الفاسق يجب التحري وفي الذمي يستحب اھ۔

میں کہتا ہوں: کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلما نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وبچار ضروری ہے، اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے۔اھ

وفي شرح التنوير عن شرح النقاية والخلاصة والخانية اماالكافر اذا غلب صدقه على كذبه فاراقته احب اھ۔

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ۔خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہادینا زیادہ پسندیدہ ہے۔اھ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۴۸۲۔تا۔۴۸۳)

﴿۷﴾ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللّٰهِ ط لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ۔☆

اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

﴿۸﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ط وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔☆

اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان وکمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔حدیث میں فرمایا: افضل العبادات احمزها۔سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا

ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

(جدید ۱۴/۳۶۶)

﴿۹﴾وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ج فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔☆

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں پھر اگر پلٹ آئیں تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

## ﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کافہ اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضرویات دین سے نہ ہو، غرض ضروریات دین کے سوا کسی شی کا انکار کفر نہیں اگر چہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضرویات دین، کما حققه العلماء المحققون من الائمة المتکلمین۔ جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت "وقد فصل القول فی ذلک سیدنا لعلامة الوالد رضی اللہ تعالی عنه فی بعض فتاواہ ۔ اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بعض فتاوی میں مفصل گفتگو کی ہے۔

بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بایں ہمہ تارک صلاۃ کا کفر و اسلام ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ۔

اقول وباللہ التوفیق: اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی

لبعض ماجاء به من عند ربه جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یونہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرته و کشف العورة عند الاذان وقراءة القرآن علی جهة الاستخفاف و کل مادل علی الاستهزاء بالشرع او الازدراء به ۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبروزنا کرنا، اذان سن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزا و اہانت پر دلالت کرے۔

یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونه علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی ۔ والعیاذ باللہ تعالی منه۔ اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔

صدر اول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفرا غیر الصلاۃ۔

اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطهما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق العضلی مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور ترمذی نے عبد اللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے، سیدنا امیر المومنین علی مرتضی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فھو کافر۔ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ رواہ ابن ابی شیبة والبخاری فی

التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

من ترك الصلاة فقد كفر ۔ جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہوگیا۔ رواه محمد بن نصر المروزی وابو عمر بن عبد البر ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلا دين له ۔ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ رواه المروزی ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر ۔ بے نمازی کافر ہے۔ رواہ ابن عبدالبر۔

ایضا امام اسحق فرماتے ہیں:

صح عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر و كذلك كان راى اهل العلم من لدن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر۔

سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصدا بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابوایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ "ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه"۔ ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابي هريرة وغيرهم من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتى يخرج وقتها فهو كافر مرتد، ولا يعلم لهو لاء مخالف ۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصدا چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل

جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداؤد طیالسی وابوبکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ذکر کیا ہے۔

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار ومرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں

عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا، وھی المختارۃ عند جمہور اصحابہ علی ماذکرہ ابن ہبیرۃ۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے۔ جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید۔ کما فصل جملۃ منہا خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواہر البیان فی اسرار الارکان وغیرہا من تصانیفہ النقیۃ العالیۃ الرفیعۃ الشان اعلی اللہ تعالی درجاتہ فی غرفات الجنان آمین۔

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری بلند مرتبہ وعالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالی جنت کے بالاخانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے آمین۔

بالجملہ اس قول کو مذہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر

قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلا شبہہ وہ اس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقا ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی، وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی، لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ وآیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں، یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے کہ اگر چہ تارک نماز کوسخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے، اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ہے ،اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور منهم اصحابنا و مالك و الشافعي و احمد في رواية الى انه لا يكفر ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك فقال الائمه الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حدا او كفرا ؟فالمشهور من مذهب مالك و به قال الشافعية انه حد و كذاعن احمد في هذه الرواية الموافقةللجمهور في عدم الكفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک وشافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں قتل کیا جائے گا۔پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے، تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا، شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے یعنی عدم کفر والی روایت۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلا تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح ،استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرنے یا اسے

ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے، یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت وناشکری ہے۔ کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ءاشکرام اکفر۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گذا بنتا ہوں یا ناشکرا۔

یا یہ کہ اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ الی غیر ذلك مما عرف فی موضعه ومن الجادة المعروفة ردالمحتمل الی المحکم لا عکسه کما لا یخفی فیجب القول بالاسلام

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے نہ کہ اس کا الٹا جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات کتبهن اللہ علی العباد۔

پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں،

الی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من لم یات بهن فلیس له عند اللہ عهد ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة۔

جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے۔ رواہ الامام مالک وابوداود والنسائی وابن حبان فی صحیحہ۔ اسے امام مالک، ابوداود، نسائی اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا۔

یہ حدیث اس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منه شیء ودیون لا یعبؤ اللہ به شیا ودیوان لا یترك اللہ منه شیئا، فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منه شیئا فالاشراك باللہ واما الدیوان الذی لا یعبؤ اللہ به شیئا فظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه من صوم یوم ترکه او صلاۃ ترکها فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلك ان شاء متجاوزا واما الدیوان

الذی لا یترك الله منه شيئا فمظالم العباد بینهم القصاص لا محالة۔

دفتر تین ہیں: ایک دفتر میں سے اللہ تعالی کچھ نہ بخشے گا، اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں، اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالی کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحٰنہ وتعالی کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں، مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا، یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالی چاہے تو اسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا۔

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں، وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے، ائمہ ثلثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالی عنہم فرماتے ہیں: اسے قتل کیا جائے، ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالی علیہم کے نزدیک وہ فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ کے نزدیک سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو، اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۰۱ تا ۱۰۸)

## ﴿۱۰﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔☆

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

## ﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان ہونے سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہوتی ہے، مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم وقبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کیے جاتے، ہندوانی قوم میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں،

ان میں کھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انہیں راجپوت کہتے ہیں، تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے، اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ "اذااتاکم کریم قوم فاکرموہ" جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا، ہم میں کا ہو گیا اس کا کس قدر اعزاز واکرام اللہ سبحنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دیے، اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ فتاوی رضویہ قدیم ۴۵۶/۵)

〈۱۱〉 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔☆

اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہے۔

## 〈۷〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای لا یغتب بعضکم بعضا۔ واللمز وھو الطعن ۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: مسلمان کا مال عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵۴۹/۴)

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے، یہ صرف تشدد و تعمق کا

نتیجہ ہے اور واقعی دین وسنت صراط مستقیم ہیں ان میں جس تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے۔ "ولم تجعل لہ عوجا۔ اس میں اصلا کجی نہ رکھی۔ دونوں مذموم، بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہال منتسب بنام علم وکمال یہی روش چلتے ہیں، مکروہات کیا مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر وتنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تابہ اطلاق شرک وکفر پہچانے میں باک نہیں رکھتے، پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے، نہیں نہیں بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بجوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں۔ کہ بنظر تخویف وترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحٰن اللہ، اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے، کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر ومشرک بتانا بلکہ براہ اصرار اسے عقیدہ ٹھرانا کتنا شدید وعظیم اور دین حنیف سہل لطیف سیح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع ودخیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۵۵۰)

**عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَ لَن يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ الاغلبه، فَسَدِّدُوْا، وَ قَارِبُوْا، وَ أَبْشِرُوْا، وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَ الرَّوْحَةِ وَ شَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔

(فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا سختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲ م

**عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ، وَ لَن يُّغَالِبَ الدِّيْنَ أَحَدٌ اِلَّا غَلَبَه۔

(فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آنیکی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔ ۱۲م

ان کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعث طول ہے، جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی وافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۴/۵۵۱)

﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۔☆

اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

## ﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الزام اور بدگمانی شرعا جائز نہیں۔

**عن** ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ایاکم و الظن، فان الظن اکذب الحدیث۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھکر جھوٹی بات ہے۔

(فتاوی رضویہ حصہ دوم، ۹/۲)

عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔ اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے۔ کما فی مجمع الانہر وغیرہ۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۴/۱۷۱)

﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ۔☆

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

## ﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فضل اگر چہ تقوی کیلئے ہے مگر تقوی بے علم ناممکن۔ حدیث شریف میں ہے "المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون ۔ بے علم کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت کرے اور اسے کچھ حاصل نہیں" رواہ ابو نعیم فی الحلیہ عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،

درمختار میں ہے:

فی فتاوی المصنف لاتقبل شہادۃ الجاھل علی العالم لفسقہ بترک مایجب تعلمہ شرعا فحینئذ لا تقبل شہادۃ علی مثلہ ولا علی غیرہ و للحاکم تعزیرہ علی ترک ذلک ۔

فتاوی مصنف میں ہے، جاہل کی گواہی عالم پر مقبول نہیں۔ کیونکہ جس علم کا طلب کرنا اس پر واجب ہے اسے چھوڑ کر وہ فاسق ہوا تو اس کی شہادت نہ تو اسی جیسے جاہل پر مقبول ہے نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو اسے علم نہ حاصل کرنے پر تعزیر کرنا چاہئے۔

تو یہ فضل جانب علم راجع ہوا۔ اور شک نہیں کہ عالم دین سنی صحیح العقیدہ کو ہر جاہل پر مطلقا فضیلت ہے،

قال اللہ تعالی:

قل ھل یستوی الذی یعلمون و الذین لایعلمون ۔

تم فرمادو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

درمختار میں ہے:

للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قرشیا،قال اللہ تعالی: و الذین اوتو العلم درجات ۔

جوان عالم کو شیخ جاہل پر مقدم ہونے کا حق ہے جاہل قریشی ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالی فرما تا ہے: علم والوں کو درجوں بلندی حاصل ہے۔

پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بد مذہبی سے بھی نہیں جاتا جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے، سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا بحمد اللہ تعالی، اور متقی عالم کا فضل عملی وصفی ہے۔ ولہذا عالم معاذ اللہ اگر بد مذہب ہو اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سبب تھی اور جب وہ بد مذہب ہوا نائب شیطان ہوا۔ اور سید کی تعظیم بسبب جزئیت حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے اور جزئیت تا بقائے اسلام باقی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۲۲۔۲۳)

# سورۃ الذاریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲۴〉 هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۔☆

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

〈۲۵〉 اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ ج قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۔☆

جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔

〈۲۶〉 فراغ الٰی اهله فجآء بعجل سمین۔☆

پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔

## 〈۱〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: هل اتاك الآية۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں

(فتاوی رضویہ قدیم ۸/۳۶۹)

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حدیث مسلم کتاب زکاۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے گوشت گاؤ صدقہ میں آیا وہ حضور کے پاس لایا گیا۔ اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ کہ بریرہ کو آیا، فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(حاشیہ قدیم ۔ ۸/۳۶۹)

〈۵۵〉 وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔☆

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بہ نرمی سمجھاؤ۔ ترک نماز وترک جماعت وترک مسجد پر قرآن عظیم واحادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سناؤ، جن کے دلوں میں ایمان ہے انہیں ضرور نفع پہونچے گا۔ اللہ کے کلام واحکام یاد دلاؤ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانیں اس پر جس کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام وکلام میل جول یک لخت ترک کردیں۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ ۱۹۱/۶)

# سورۃ النجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔☆

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای علی القول المختار ان المراد بالرئو یة بحاسة البصر ۔

قول مختار کی بنیاد پر معنی یہ ہے کہ رویت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انسان ایک شئی واحد ہے، اسی شئی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے، وہی سننے دیکھنے سے متصف ہے اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی عضو اس وصف کا ہے، تو روح پورے بدن کے مغایر اور ہر جزو بدن کے مغایر ایک شئے ہے وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:

فتثبت بما ذکر نا ان النفس الانسانیة شئی واحد و ثبت ان ذلك الشئی هو المبصر و السامع و الشام و الذائق و اللامس و المتخیل و المتفکر و المتذکر و المشتهی و الغاضب وهو الموصوف بجمیع الادراکات لکل المدرکات وهو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریة و الحرکات الارادیة ۔

یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شئی واحد ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی شئی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے اور وہی تمام افعال اختیاریہ اور حرکات ارادیہ سے متصف ہے۔

پھر فرمایا:

لما كانت النفس شيئا واحدا امتنع كون النفس عبارة عن البدن وكذا القوة السامعة و سائر القوى فانا نعلم بالضرورة انه ليس فى البدن جزء واحد هو بعينه موصوف بالابصار والسماع والفكر فثبت ان النفس الانسانية شئى واحد موصوف بجملة هذه الادراكات وثبت بالبداهة ان البدن وشيئا من اجزاء البدن ليس كذلك ولنقرر هذا البرهان بعبارة اخرى فنقول :نعلم بالضرورة انا اذاابصرنا شيئا عرفناه واذاعرفناه اشتهيناه واذااشتهيناه حركنا ابداننا الى القرب منه فوجب القطع بان الذى ابصر هو الذى عرف هو الذى اشتهى هو الذى حرك الى اخر ما اطال واطاب هذا مختصر ملتقط۔

جب روح شئی واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے عبارت ہو۔ اس لئے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ وہی دیکھنے، سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو، تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شئی واحد ہے جو ان تمام ادراکات سے متصف ہے، اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں کوئی جز ایسا نہیں۔ اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اس کی خواہش کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لئے حرکت دیتے ہیں، تو اس بات کا قطعی طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا، اسی نے پہچانا، اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت دی۔ امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے، یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

جزو اعظم جان است وشعور وادراک وتلذذ وتالم خاصہ اوست اھ ملخصا۔

جزو اعظم جان ہے، اور شعور وادراک اور احساس لذت الم اس کا خاصہ ہے اھ ملخص

(جدید ۹/۸۲۷۔۸۲۹)

(۱۳) وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔☆

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

(۱۴) عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى۔ ☆

سدرۃ المنتہی کے پاس

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

"عند" راٰہ ۔ کی ضمیر فاعل سے ظرف ہے۔ اور جن لوگوں نے اس سے مراد رویت جبریئل لی ہے وہ "راٰہ" کی ضمیر مفعول سے مانتے ہیں۔ اور بعض اس پوری سورۃ کو جبریئل علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق مانتے ہیں۔ پھر فرمایا: اور اصح وارجح اور نظم قرآنی سے اوفق وہی جو جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت جل جلالہ کی طرف راجع، ارشاد ہوتا ہے "فاوحی الی عبدہ ما اوحی" ظاہر آیت چاہتی ہے اس بات کو کہ یہ ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہوں، ورنہ اختلاط ہوجائے گا کہ "اوحی" کی ضمیریں دونوں جگہ جبریل کی طرف راجع ہونگی اور "عبدہ" کی ضمیر بیچ میں اللہ کی طرف۔ پھر آگے معبود ان باطل کا مقابل فرمایا جاتا ہے "افرأیتم اللت والعزی۔ ومنواۃ الثالثۃ الاخری۔ الی قولہ تعالی ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم، ما انزل اللہ بھا من سلطن، ان یتبعون الا الظن" کیا تم نے دیکھا ہے لات وعزا و منات کو، وہ تو نہیں ہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ لئے، اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہ اوتاری، وہم کی پیروی کر تے ہو۔ تو فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بغیر دیکھے پوجتے ہو اور یہ اپنے رب کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں، جبریل کا کمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ ان ضمائر کو جبریل کی طرف پھیرا کرتے۔ ایک مرتبہ خلوت میں لیٹے ہوئے تھے، ایک صاحب نے پوچھا۔ "ھل رأی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ربہ" کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یہ سنتے ہی اٹھکر بیٹھ گئے اور فرماتے لگے: راٰہ راٰہ راٰہ حتی انقطع نفسہ، حضور نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگئی۔ اس وقت کے عوام کے ذہن میں یہ مسئلہ نہیں آسکتا تھا اس لئے عوام میں اس کے معنے وہ فرماتے تھے اور جب خلوت میں پوچھا تو

چونکہ کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے صاف صاف فرمادیا۔ پھر فرمایا: یہ واقعہ ایسا ہے کہ رب العزۃ جل جلالہ کو اس کی تصریح خود نہیں منظور، سورۂ والنجم شریف میں کوئی لفظ تصریح کا نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس حدیث میں اس واقعہ کو بیان فرمایا وہ دونوں معنی کو محتمل، فرماتے ہیں: نور انی اراہ" انی' کے معنی' کیف' کے بھی ہیں، تو معنے یہ ہونگے، نور ہے اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور 'انی' اینما' کا مرادف ہے، تو معنی یہ ہیں، نور ہے جہاں دیکھوں اس کو۔

(الملفوظ ۳/۳۷۔۳۸۔)

﴿۳۲﴾ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ط اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط هُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ ج فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔☆

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیات کریمہ میں مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے وقت، اور اس سے پہلے، اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا، اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا اس کا اندورونی بیرونی ایک ایک عضوا یک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر رونگٹا جو مقدار مساحت وزن پائے گا، بچے کی لاغری فربہی، غذا حرکت خفیفہ زائدہ انبساط انقباض اور زیادت وقلت خون، طمث وحصول فضلات وہوا اور رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکور واناث کا ذکر نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ محل ومحتمل اعتراض یا در ہوا کہ بعض پادریان پادر ہوا کی تازہ

گڑھت ہے، اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسب عادت دیدہ و دانستہ کلام الٰہی پرافترا وتہمت ہے، قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی بھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص بعد جہل طویل و عجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر محتاج ہو کر اس فانی وزائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم وقدرت سے کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چندروز سے چندروز کے لئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں۔ اگر صحرا سے ذرہ، سمندر سے قطرہ معلوم کر لیا تو یہ آیات کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے: یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء ''اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اسکے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روز اول سے ابد الآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی الا بما شاء کے استثنا میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروروں سربفلک کشیدہ پہاڑوں سے نہایت قلیل وذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گذشتہ وآئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں اعتراض نہ کرے جو صیغہ یعلم فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہ وہی صیغہ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی وآسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیت کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا، تو اب ایک ذرا سی آلی نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اقول وباللہ التوفیق: مفصلا حق واضح کو واضح تر کروں۔ اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر التفات وانفعال کا اصلا احتیاج نہ ہو۔

سوم علم کا سرمدی ہونا کہ ازلا ابدا ہو۔

چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ اس میں تغیر تبدل فرق تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم علم کا اقصی غایات کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے،

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعا منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں، جو کسی غیر الہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ، ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعا کافر مشرک ہے، ان تمام وجوہ کی طرف آیات کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف، اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقہ وہی ہے جو ان وجوہ ستہ کا جامع ہو، اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: "یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو الاعلم لنا" جس دن اللہ عزوجل رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ کفار کے پاس ان محبوبان خدا صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب وانکار واصرار و استکبار و بیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے نہیں معلوم، مگر حضرات انبیا عرض کریں گے "لا علم لنا" ہمیں اصلا علم نہیں، لانفی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے، یعنی وہی علم کامل کہ بحقیقت حقیہ علم اسی کا نام ہے اصلا اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حق حقیقت تو یہ ہے، جب اس سے تجاوز کر کے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلئے، خواہ بالذات ہو یا بالغیر، غنی ہو یا محتاج، سرمدی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی، واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو یا بالوجہ، بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زنہار مختص بحضرت عزت عزت عظمتہ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن نے ہرگز کہیں اس کا دعوی کیا، بلکہ جس طرح معنی اول کا غیر کے لئے اثبات کفر ہے اس معنی کی غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے، کہ یہ خود صد ہا نصوص قرآن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل و شرائع و عقل و نقل و حس سب کی تکذیب ہوگی، قرآن عظیم نے

اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظمیہ ثابت فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۴۲ تا ۴۴)

# سورۃ القمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔☆

پاس آئی قیامت اور شق ہوگیا چاند۔

﴿۲﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔☆

اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

﴿۳﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ۔☆

اور انہوں جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فلسفہ میں توغل کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے (وانشق القمر میں) ایک اور تاویل نکالی۔ انہوں نے لکھا "ای سینشق" یعنی قیامت کے دن شق ہوجائے گا۔ چونکہ یقینی الوقوع ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا۔ لیکن اس تاویل کو خود آگے کی آیت رد فرماتی ہے۔ "وان یروا ایاتہ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر" اور اگر وہ دیکھیں معجزہ کو تو اعتراض کریں گے اور کہیں گے یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ قیامت کے دن کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہوگا، اس دن کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جادو ہے۔ شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا کہ شق ہوجائے گا اور یہ محض غلط ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں اس کو مردود کررہی ہیں۔ حدیث میں مصرح ہے کہ حضور نے انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا اور وہ شق ہوا، اور ارشاد فرمایا: اللھم اشھد، اے اللہ گواہ ہوجا۔ اس کی احادیث مشہور ہیں اور ان سے اجماع مسلمین لاحق ہوگیا۔

(الملفوظ ۴/۲۔۳)

﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔☆

اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جا بجا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے حفظ قرآن کی ترغیب وتحریص فرمائی۔ حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین۔ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔ اور من جملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

**عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من قرء القرآن فاستظهره فاحل حلاله و حرم حرامه ادخله اللہ به الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد وجبت له النار

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن کریم حفظ کیا اور اسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں سے ایسے دس کا شفیع بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

اراءۃ الادب ۴۰

**عن** ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذی یقرء القرآن و یتتعتع فیه وهو علیه شاق له اجران۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہو وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی وکتابت، یا لوح محفوظ لکھنے والوں یعنی انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔

فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۰۵

# سورۃ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

## ﴿۵﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔☆

سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

### ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ وعدت وفات وطلاق ومدت حمل وایلا وتاجیل عنین ومنتہائے حیض ونفاس وغیر ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوع صبح وشمس وغروب شمس وشفق ونصف النہار ومثلین وروز وماہ وسال ان سب کے ادراک کا مدار رویت ومشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہوجاتا، ہاں رویت ومشاہدہ ان سب کے ادراک کا سب کافی ہے، اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت وزیج کی تکلیف انہیں نہیں دیجاسکتی " انا امة امية لا نكتب ولا نحسب " فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے حکیم رحیم عزوجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کر کے خواص وعوام سب اوقات مطلوب شرعیہ کا ادراک کرسکیں۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۶۴۳/۴)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت ہی پر رہا وہ ہلال ہے کہ " ان اللہ امدہ لرؤیتہ " اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا، ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کا نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجہ

ارتفاع یا بعد سواء یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خودان میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے، اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وھبانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۴)

اور باقی وہ ہیں کہ اگر چہ ان کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابطہ کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہوکر وقت کو قوانین علم ہیئت وزیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹہ منٹ سکنڈ پر واقع ہوگا، واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا۔ کہ آخر مدار کار شمس وقمر کی چال پر ہے اور ان کی چال عزیز وعلیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔" قال تعالی: الشمس والقمر بحسبان۔ وقال تعالی: ذلك تقدير العزيز العليم " تو حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رؤیت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آ گیا، مثلا طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لئے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جزء شمس کا میل معلوم ہونا ہی ان کا وقت بتانے کے لئے کافی ووافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لئے جداول تعدیل النہار تیار کر لیتے ہیں، مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا، یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہو جانا، اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو دقت نہ تھی۔ مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر

روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کر سکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۔۴۵۔میل سے ۔۵۲۔میل تک علی الاختلاف بخارات وہواء غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لئے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب بآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکساری ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ وتاب میں رکھا اور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں ۔ اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطا ۔۳۳۔ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۔۳۳۔ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۔۹۔ ثانیہ منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہولی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئت وزیج میں دیے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکنڈ پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب، معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہوسکتا مگر یہ تفاوت معتد بہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے، یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد ومیل شمس سے اس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کرکے اس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لئے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لئے وقت معلوم کرلیتے مگر یہاں بھی اسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں دی ہے اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی اور ہر روز کے لئے

وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا، طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے، وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی، تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو اکثر ہئیت دانوں پر مخفی رہا، رجماً بالغیب باتیں اڑایا کیے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا، کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس بتائے اور مشہور ۱۸۔ ہے، اور اسی پر شرح چغمنی نے مشی کی۔ اور صبح صادق کے لئے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں، اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمینی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیل، اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا انیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے، بلکہ ۱۸۔ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیئت سے آفتاب ہنوز ۲۳۔ درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸، ہی درجہ زیر افق پایا ہے اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ ان میں اور صبح صادق میں ۱۵۔ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجے۔ لاجرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے: البیاض لایذھب الاقریبا من ثلث اللیل، یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل

علیہ الحصر اور ظاہر ہے کہ ان بلاد میں رات ۱۴۔ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریبا پونے پانچ گھنٹے، اور بحکم مقابلہ قطعا معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی ادھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے طلوع کر آئے گی، تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے، مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: "روی عن الخلیل انہ قال رایت البیاض بمکۃ شرفہا اللہ تعالی لیلۃ فما ذھب الا بعد نصف اللیل" ظاہر ہے کہ مکہ معظّمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز اور مکہ معظّمہ میں اس کی صبح شفق مستطیل ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروضی کی رویت و روایت اگر صحیح ہے تو اس دن دونوں صبح میں تقریبا پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا، یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجہ کا قول فاسد و مہجور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو در بارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا" کما وقع عن الطرابلسی فی البرھان فعدل عن اتباع المحقق ابن الھمام مع شدۃ تاسیسہ بہ، محض خطا ہے۔ امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیرپا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط" والی بعض ھذا او نحو منہ اومأ التبیین۔

ثم اقول: صبح صادق کے لئے ۔۱۵۔ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا، آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آتی۔ امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں، اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ ان راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاط صبح صادق ۔۱۵۔ درجے ہوتا تو سال کی

سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی ان کو وقت عشا ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ راتوں۔ اس پر دلیل سنئے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے اونچاس درجے ہے کما فی الزیج السمر قندی ثم الزیج الالغ بیگی " اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اس زمانے میں ساڑھے تیئیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریبا پانسو برس ہوئے لح ل ءتھی یعنی ساڑھے ۲۳۔ درجے سے ۱۷ ثانیہ زیادہ، تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو برس گزرے اور بھی زائد ہوگا، اور طوسی کا رصد مراغہ لیجئے تو وہ اپنی ہی زمانہ میں الح لہ گا رہا ہے، یعنی ۔۲۳۔ درجے۔ ۳۵۔ دقیقے، خیر اس کی نہ سنئے اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظ تناسب کہ اب لح الر یعنی ۔۲۳۔ ۲۷۔ معہ کسر خفیف ہے اس وقت کا میل الح لح بالرفع رکھیئے یعنی ۔۲۳۔ ۳۳۔ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل۔ ۱۶۔ درجے۔ ۵۷۔ دقیقے تھی یا تقریبا۔ ۱۷۔ درجے کہئے اور انحطاط صبح ۔۱۵۔ درجے ہے تو قطعا یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل وتناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جب کہ انحطاط اس سے ترقی کرکے آدھی رات کو سترہ درجے تک پہنچا، پھر آدھی رات ڈھلے اس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵۔ درجے رہا اس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریبا چار درجے انحطاط بدلا یقینا اجماعا وقت عشا تھا تو فوت عشا کیا معنی۔

اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن ومبین۔

(۱) اصل مدار رویت ہے، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ وحساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتاسکتی تھی۔

(۲) ہاں رویت نے وہ تجارب صحیحہ دیئے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن ومیسر ہوا۔

(۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رویت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع وعقل دونوں ساکت ہیں، تو لاجرم جو قاعدہ رویت یا اس کے دیئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع بہ اقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر

مبتنی تھا، جب مبنی باطل یہ خود باطل۔ یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انہیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت وقوانین عطیہ رویت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۴۴۔تا۔۶۴۸)

# سورۃ الحدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۳﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔☆

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کو پڑھنے سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

﴿۱۰﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔☆

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا۔ ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔

فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے ان سے بھلائی کا وعدہ کیا، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنین قبل فتح میں ہیں۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے:

عمرو بن العاص بن وائل بن هاشم بن سعيد بالتصغير بن سهم بن عمرو ابن هصيص بن كعب بن لوى القرشي امير مصر مكنى اباعبدالله و ابا محمد اسلم قبل الفتح في صفر ٨ ھ ثمان وقيل بين الحديبية و خيبر۔

اور بعد فتح تو راہ خدا میں جوان کے جہاد ہیں آسمان وزمین ان کے آواز سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جوان پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا، فلاں نے یہ کام کیا، اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا مونھ تتمہ آیت سے بند فرمایا کہ "واللہ بما تعملون خبیر"۔

مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

"ان الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ اولئك عنها مبعدون ـ لا يسمعون حسيسها وهم في ما اشتهت انفسهم خلدون ـ لا يحزنهم الفزع الاكبر و تتلقّٰهم الملائكة هذا يومكم الذي كنتم توعدون"

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اسکی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی اور ملائکہ ان کا استقبال کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جسکا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشادات الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی، اس سے یہ کہئے "انتم اعلم ام اللہ" کیا تم زیادہ جانو یا اللہ؟ اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی؟ باینہمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا، تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب اعتراض نہ کریگا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر قریشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدامجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کی اولاد سے اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق وفاروق کو کب چھوڑتے ہیں، عمرو بن عاص کی ان کے نزدیک کیا گنتی۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و اللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۰۔۴۱)

〈۲۸〉 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ☆

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔ اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخشدیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## 〈۳〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف میں ہے:

یا یھا الذین آمنوا اتقوا اللہ، الخطاب لاھل الکتابین ھم الیھود و النصاری یقول: یا ایھا الذین آمنوا بموسٰی و عیسٰی اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے اہل ایمان! اللہ کا تقوی اختیار کرو، یہ یہود ونصاریٰ اہل کتاب کو خطاب ہے۔ فرمایا: اے وہ لوگو! جو موسیٰ وعیسیٰ پر ایمان لائے تمہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہیے۔

زید نے جو کچھ مدح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کہا سب حق ہے اور یہی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف وآسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ، یا چولی چڑھادو، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ ضرور حادث وجنس مخلوق ہے، اور اجلۂ صحابہ کا

اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو، یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المؤ منین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا تو فرمایا:

هذا مصحف صامت و انا مصحف ناطق ۔ (۲)

یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔

اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک ودفع وہم ہوگا، یعنی قرآنِ حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں۔ یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتویٰ تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنیٰ صحیح رکھتا ہے اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں۔

لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح وبیعت وحج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العلمین ہے وہ اس سے پاک ومنزہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہان کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہان ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نامحدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے ہاں حفظ زبان کی احتیاط لازم ڈرنا چاہیے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۲۶۹۔۲۷۰)

(۲۹) لِئَلَّا یَعۡلَمَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَلَّا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ☆

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مقبولان بارگاہ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے جیسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے: یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباو اساتذہ ومشائخ کو اوروں سے افضل کر ہی لیں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہئے۔ اکابر خود رضائے الٰہی میں فنا تھے جسے اللہ عزوجل نے ان سے افضل کیا۔ کیا وہ اس پر خوش ہونگے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس سے افضل بتائیں۔

حاش للہ وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہونگے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عزوجل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۲۲۹)

# سورۃ المجادلۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وان اللہ لعفو غفور۔☆

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کیجاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿۴﴾ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔☆

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان آیات میں ظہار اور اس کے کفارے کی صورتوں کا بیان ہے)

زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہکر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے۔ مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ ہاں اگر یوں کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ کما امر بہ المولیٰ سبحٰنہ و تعالیٰ فی القرآن العظیم۔ اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ کچھ لازم نہ آئے گا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۸۲۹)

(۱۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت (میں والذین اوتوا العلم درجٰت ؕ) سے واضح کہ عجمی عالم سیدانیوں کا کفو ہوسکتا ہے۔

لہٰذا وجیز امام کردری میں ہے:

العجمی العالم کفؤ للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع۔ وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل۔ وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل

القرشی و العلوی ملخصاو مترجما ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴۵۲/۵)

﴿۱۹﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔☆

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر مقلدین کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ'' اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتہی۔

اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہیں۔ خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ (وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے) سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶/ ۶۸۶)

﴿۲۲﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔☆

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ

ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جوان کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمہارا باپ بھی ہو الگ ہو جاؤ، جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ۔ بہزار زبان وصد ہزار دل اس سے تبری کرو تحاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر تمہیں اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لئے جاؤ حقیقت اور چیز ہے۔ وائے بے انصافی اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو، بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ، وہاں نہ تاویلیں نکالو، نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو، اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو، بلکہ اس کی امامت وپیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو، جو اسے برا کہے الٹی اس سے دشمنی ٹھانو، بدلگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے اس کی بگڑی سنبھالو، اس کی حمایت میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے۔ ع

اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کر کے چلنے والے! ہوش کر)

# سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۷﴾ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۘ☆

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا ۔ لقولہ تعالیٰ و ما نھٰکم عنه فا نتھوا ۔

(اللہ کا فرمان ہے جس سے روکا جائے رک جاؤ) تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ۔ " جمل مجلیۃ ان المکروھۃ تنزیھا لیس بمعصیۃ " میں قاہر دلائل قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۶۸۸)

**اقول:** لو ، صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی اور باز رہو نہی ہے اور نہی منع فرماتا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے۔ و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شئ ۔

ترجمہ۔ اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شئی ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے مگر امت اسے نبی کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھ سکتی۔

ولہذا فرمایا:

و انز لنا الیك الذ کر لتبین للنا س ما نز ل الیھم ۔

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔ یعنی اے محبوب تم پر قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو۔

ولہذا آیۂ کریمہ اولیٰ میں: نز لنا علیك ۔ فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے۔

اور کریمہ ثانیہ میں۔ نز لنا الیھم ۔فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵۶/۱۲)

**﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُالدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔☆**

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واو وصلیہ دراصل واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ اس کے ظاہر ہونے کی بنا پر حذف کردیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

"و یؤ ثرو ن علی انفسھم و لو کا ن بھم خصا صة"۔ کے معنی یہ ہوئے کہ۔"یؤ ثرو ن لو لم تکن بھم خصا صة"۔ میں نے یہ چیز۔"المعتقد المستقد"۔ کی شرح۔"المعتمد المستند"میں ذکر کی ہے۔ (جدید ۳۸۸/۱)

# سورۃ الممتحنۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ☆

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہونچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

﴿۲﴾ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ☆

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کرینگے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

﴿۳﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚۛ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ☆

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دیگا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ در بارۂ سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم ہے۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم۔

تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیه زجر شدید للمومنین عن اظهار صورة الموالاة لهم و ان لم تکن موالاة فی الحقیقة۔

(ارشاد العقل السلیم ۲/۴۸)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے اس بات پر کہ کافروں سے ایسی بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگر چہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۳۳)

(۸) لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔☆

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

(۹) اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔☆

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس (آیت کی تفسیر) میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں:

اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں

ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں:

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عز وجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری ومسلم واحمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آ سکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح ومعاہدہ کا ہے خصوصا یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقا ارشاد ہے۔ و صاحبهما فی الدنیا معروفا۔

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو اس آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ۔

اور قول سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد واتحاد منا رہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد وذمہ کیلئے ہے، اور یہی قول اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک:

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ۔ لا ینھکم۔ دربارۂ اہل ذمہ اور آیۂ۔ ینھکم اللہ۔ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بناء پر ہدایہ ودرر وغیرہما کتب معتمدہ میں

فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل وحرام۔ آیۂ۔ لا ینھٰکم اللہ۔ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ ۔ انما ینھٰکم اللہ ۔ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔

عبارت ھدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر و الکافر للمسلم فالاول لقولہ تعالیٰ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الآیۃ ۔ والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات و لھذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد الممات و فی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالیٰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الآیۃ ۔

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کیلئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے، اول تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے، تو یوں ہی بعد موت بھی۔

اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تو تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

کافر سے خاص ذمی مراد ہے۔ بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ ۔ ولہٰذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیۃ المسلم للکافر الذمی و عکسھا جائزۃ ۔

مسلمان کا کافر ذمی کے لئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے۔

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لا تجوز لہ الوصیۃ علی ما نبین ۔

عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

ایسا ہی جوہرہ نیرہ و مستصفی میں ہے، کفایہ میں فرمایا:

ارا د بہ الذمی بدلیل التعلیل وروایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ۔

صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے۔ دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی وکنز وتنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

یجوز ان یوصی المسلم للذمی و بالعکس۔

جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی۔

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الایۃ الاولیٰ ان کانت فی الذمی والثانی فی الحربی کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون کان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذا تمسک صاحب الھدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان و لھذا المعنی قال فی باب الزکوٰۃ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاءھا للذمی دون الحربی۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو، اور دوسری جسمیں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہونگی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام، ولہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیہ میں انہیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام

نہایہ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی وبحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیر الزکوٰۃ الی الذمی لقولہ تعالیٰ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الایۃ و قید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت او واجبۃ او تطوعا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ

تعالیٰ ینھٰکم عن الذین قاتلو کم فی الدین واطلقه فشمل المستامن وقد صرح به فی النھٰ یۃ۔

زکوۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمہیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کیلئے جملہ صدقات حرام ہیں۔ فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لا یجوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی و قال زفر یجوز لقوله تعالیٰ لاینھٰکم الله عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین صرف الصدقات کلھا الیھم بخلاف الحربی المستامن حیث لا یجوز دفع الصدقۃ الیه لقوله تعالی انما ینھٰکم الله عن الذین قاتلو کم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اھل الحرب خرجو امن عموم الفقراء۔

ذمی کو زکوۃ دینا تو جائز نہیں۔ اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے روکتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں، اور ائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقوله تعالیٰ لاینھٰکم الله عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبروھم، ثم قال انما ینھٰکم الله عن الذین قاتلو کم فی الدین الآیۃ۔

خاص ذمی کیلئے وصیت جائز اور حربی کیلئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اللہ تعالی تمہیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

کافی میں ہے:

یجوز ان یدفع غیر الزکوٰۃ الیٰ ذمی وقال ابو یوسف والشافعی لا یجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالیٰ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم۔

زکوۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوۃ ہماری دلیل، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے:

الفقراء فی الکتاب عام خص منہ الحربی بالاجماع مستندین الی قولہ تعالیٰ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ (۲)

قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ ومعراج الدرایہ ومحیط برہانی وجوہری زادہ وشرنبلالی وبدائع وسیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ وفسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں

## آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون۔

دیدہ ودانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال وغلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں:

ما رأیت افضل من عطاء۔ میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر فاروق اعظم وقتادہ وتلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انہم اھل العھد الذین عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاھرۃ فی العداوۃ وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علی ان لا یقاتلوہ ولا یخرجوہ، فامر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم، وھذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمٰن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا وقیل ھم النساء والصبیان، وعن عبد اللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلۃ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تأذن لھا بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تدخلھا وتقبل منھا وتکرمھا وتحسن الیھا، وقیل الایۃ فی المشرکین وقال قتادۃ نسختھا ایۃ القتال۔ (۱)

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں کہ ان سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے اور وہ بنی خزاعہ ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمٰن ومحمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے۔

اور امام مجاہد نے فرمایا:

وہ مسلمانان مکہ ہیں جنہوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی، اور بعض نے کہا عورتیں اور بچے

مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اتری ان کی ماں قتیلہ بحالت کفران کے پاس کچھ ہدیے۔ لے کر آئیں انہوں نے نہ ہدیے قبول کیے نہ انہیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا: کہ اسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

اور بعض نے کہا: آیت دربارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آیہ جہاد سے منسوخ ہوگئی۔
صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قدمت علی امی و ھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدھم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت قدمت علی امی و ھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امك۔

میری ماں کہ مشرکہ تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۳۶ تا ۴۷۶)

(۱۰) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْیَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۔☆

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر

انہیں دو اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ۔

یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انہیں واپس دینا حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۳۳۱/۵)

# سورة الصف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔☆

بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل جیسا کہ اس آیت میں فرماتا ہے۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولی سبحانہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

در بارۂ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد الله لتسون صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم۔

اللہ کے بندو ضرور تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ملاحظہ کیا اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

رواه مسلم عن النعمن بن بشير رضى الله تعالىٰ عنهما ۔

اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

راصوا صفوفکم وقاربوا بینهما و حاذوا بالاعناق فو الذی نفس محمد بیده انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کا نها الحذف ۔

رواه النسائی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملئکة و حاذو ابین المناکب ۔

رواه احمد و ابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمة والحاکم وصححاه عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اہتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کریگا اللہ تعالے اس کے لئے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملائکة عند ربها۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

يتمون الصف الاول و يتراصون في الصف ۔ (۳)

رواه مسلم و ابو داود و النسائی و ابن ماجة عن جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه ۔

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر ۔

رواه الائمة احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن حبان و خزیمة و الضیاء باسانید صحیحة عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه ۔

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصله الله و من قطع صفا قطعه الله ۔

رواه النسائی و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما و هو من تتمة حدیثه الصحیح المذکور سابقا عند احمد و ابی داؤد و الثلثة الذین معهما ۔

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔

اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیطأ علی رقبته فانه لا حرمة له۔

رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔

اسے مسند فردوس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

ان اللہ و ملئکته یصلون علی الذین یصلون الصفوف و من سد فرجة رفعه اللہ بها درجة۔

رواہ احمد و ابن ماجة و ابن حبان و الحاکم و صححه و اقروہ عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔

اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم، تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا کانهم بنیان مرصوص۔ (۳)

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظھری۔ (٤)

رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۲۱۹ تا ۲۲۲)

# سورة الجمعة

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔☆

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

(۳) وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔☆

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(۴) ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔☆

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

## (۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمد للہ، اس آیت کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک تمام امت مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

ھم الذین جآء و بعد الصحابۃ الی یوم الدین۔

یہ دوسرے جنہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے

ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیام قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

”قال ابن زید ھم جمیع من دخل الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ وھی روایۃ ابن ابی نجیح عن مجاھد“۔

امام ابن زید نے فرمایا یہ دوسرے تمام لوگ اہل اسلام ہیں کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور یہی معنیٰ امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کیے۔

الحمد للہ قرآن عظیم کو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے دو جگہ سورہ بقرہ تیسرے آل عمران چوتھے سورہ جمعہ اور اس آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرادی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(الامن والعلی ص ۸۲۔۸۳)

**﴿۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆**

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر خازن میں ہے:

اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے

اللہ تعالیٰ کا قول (جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دیجائے) یعنی نداء جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے۔اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اور اذان نہیں دیجاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:

(سورۂ جمعہ کی آیت میں) ندا سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دیجاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی موذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔ اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک موذن کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دیجاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے موذن اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

در شفاف لعمر بن الہادی میں ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک موذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازۂ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

البحر المحیط لابی حیان میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا۔ پھر آپ ہی کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک موذن کا اضافہ فرمایا، اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو موذن دوسری اذان دیتا۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ اس

اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی موذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا۔ (الخ موافق تفصیل کشاف)

تفسیر خطیب وفتوحات الٰہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے نداد یجائے، اس ندا سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دیجاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی موذن تھا۔ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا ۔اور جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر ابو بکر وعمر اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں آبادی بڑھی۔ اور مکانات دور دور تک پھیل گئے۔ تو انھوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے:

اذان اول حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا۔ اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

(شمائم العنبر ۲۲۲ تا ۲۲۴)

# سورة المنافقون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔☆

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جوذریۃ الشیطان، کتاب وسنت کا منکر، حنفیہ کرام خصہم اللہ تعالیٰ باللطف و الاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کاہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہِ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اس کے افعال واقوال مذکورہ سوال اس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشهد انك لرسول الله۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار وکردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے ان کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۳۹۸)

(۵) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۔☆

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں منافقوں کا حال بدمآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے، اور جو کل نہ

پائیں گے وہ "کل" نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے منکر آج ان سے التجانہ کرے

وصلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین والہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

(۸) يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔☆

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن ابی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا" لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل "اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا، عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

"وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون"

عزت تو ساری خدو رسول و مومنین ہی کے لئے ہے پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(تجلی الیقین۔۵۰)

# سورۃ التغابن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۶﴾فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ ط وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔☆

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعت حسب استطاعت ہوتی ہے اور موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے۔ اس سے میں نے پانی کی امید رکھنے والے کیلئے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اسی سے وہ مسئلہ بھی ہے کہ کوئی برہنہ بدن ہے جن سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا، اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا جائز ہے۔ یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴/۸۸)

# سورۃ الطلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱〉یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔☆

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

### 〈۱〉امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسند احمد و سنن ابی داؤد وابن ماجہ وصحیح وابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء۔

بیشک عنقریب اس امت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دعاء میں حد سے بڑھیں گے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۲۳۲)

شئ واحد میں حل وحظر دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ طلاق فی نفسہ حلال ہے اور ازآنجا کہ شرع کو اتفاق محبوب و افتراق مبغوض ہے۔ حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع

کی طرف صاف اشارہ فرمایا۔

**عن** عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالیٰ الطَّلَاقُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

**عن** أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا ! فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ لَایُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کرو، اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک پیدا نہ ہو طلاق نہ دو! کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جدالممتار ۲/۴۶۴

نیز فرمایا:

ان المختلعات هن المنافقات ۔

خلع کرانے والیاں منافقات ہیں۔ تو آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہیں وجہیں حل وبغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اسے اس قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز ومباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ "لان یلقی الله و مهرها فی عنقه خیر له من ان یعاشر امرأة لا تصلی کما فی الخانیة و الغنیة و غیرهما" بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا و ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو۔ "لان العقوق حرام و الاجتناب عن الحرام واجب"

حدیث میں فرمایا:

"وان امرك ان تخرج من اهلك ومالك فاخرج" ہاں بے حاجت بلاوجہ

شرعی طلاق دینا مکروہ وممنوع ہے مگر دیگا تو تو ضرور پڑ جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی " بیدہ عقدۃ النکاح " اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہونا بھی اس کے وقوع کونہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی " فطلقو ھن لعد تھن " کی نافرمانی ہے مگر دیگا تو ضرور ہو جائے گی۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵/۶۰۳۔۶۰۴)

﴿۶﴾ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۔☆

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر انہیں ضرور نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ انکے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں عورتوں کو ضرر رسانی کی حرمت کا بیان ہے، حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی)

**عن** عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ ۔ فتاوی رضویہ ۹/۱۳۰

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں سختی اور تکلیف پہونچانے کی اجازت نہیں۔۱۲م

# سورۃ التحریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ☆

نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

" صا لح المو منین ابو بکر و عمر "

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

روا ہ الطبرا نی فی الکبیر و ابن مر د ویۃ و الخطیب عن ابن مسعو د رضی اللہ تعا لیٰ عنہ "

بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں یوں ہی تھا:

" و صا لح المو منین ابو بکر و و عمر و الملئکۃ بعد ذلك ظھیر "

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔ (الامن والعلی ۸۷۔۸۸)

﴿۵﴾ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوٰجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ☆

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل

دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

السائح ھو الصائم ۔ فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارۃً و اشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۳۷۷)

﴿۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔☆

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں اپنے اہل وعیال کو ناجائز کاموں سے روکنے کا بیان ہے، انہیں میں یہ بھی ہیں)

ران کھولنا حرام ہے، اور آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔

تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

ہاں اگر شوہر منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۴۸۴)

# سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۲﴾اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ۔☆

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔ موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضہ میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مر جاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی سواری میں جس بے جان کے پاس سے نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا جب آیت نازل ہوئی "کل من علیها فا ن ، و یبقی و جه ربك ذو الجلا ل و الا کرا م" جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا۔ فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی "کل نفس ذائقة المو ت" ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملئکہ مقربین میں جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، اور چار فرشتے حملۂ عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے ارشاد فرمائیگا اور وہ خوب جاننے والا ہے اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جایں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمائیگا جبریل کی روح قبض کر، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی روح قبض کرینگے وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزۃ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر فرمائیگا عزرائیل، اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں

تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائیگا میکائیل کی روح قبض کر، میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر ارشاد فرمائیگا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمائیگا: اسرافیل کی روح قبض کر اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور پھر فرمائیگا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔ فرمائیگا حملہ عرش کی روح قبض کر وہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائیگا: عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کرینگے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائیگا ''مُت'' مرجا۔ عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک پہاڑ کے مانند رب العزت کے حضور سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا ''لمن الملك اليوم'' آج کس کے لیے بادشاہت ہے؟ کوئی ہوتو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا ''لله الواحد القهار'' اللہ واحد قہار کے لیے ہے، جبتک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام کو زندہ فرمائیگا صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پاجائیں گے، کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا جہنمی نہایت خوشی کے ساتھ جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی ہے، جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غرفات جنت سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیے جائیں پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا، تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر جہنمیوں کی طرف مونھ کرکے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے یہ موت ہے، پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھ سے

اس کو ذبح فرمائیں گے، پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے کبھی مرنا نہیں، بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا، پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے، اب کبھی مرنا نہیں، وہ خوش ہو کر پلٹیں گے ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ (الملفوظ ۴/۱۷ تا ۲۳)

## ﴿۱۴﴾ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔☆

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

## ﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجود آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتدا میں دھواں ہونا، پھر بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا، پھر پھیلانا سات پرت بنانا، اسکا چھت ہونا اسکا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اسکا شق ہونا، اٹھا کر زمین کیساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اسکا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آرہا ہے یہی آسمان ہے، تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا بھی رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرۂ بخار ہے۔

ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے" الایعلم من خلق و هو اللطیف الخبیر" کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار۔

بنانے والا جو فرما رہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں، اس سے بڑھکر گدھا پن کیا ہو سکتا ہے۔ یہ بائبل جواب نصاریٰ کے پاس ہے اسکی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ رہی دلیل عقلی۔ ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے، یا جو کہے یہ معدوم محض، یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے، یہ نری دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے

ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اسکا عدم ثابت کرے، یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی، آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں۔ غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے۔ عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۵۰)

**(۱۹) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ☆**

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

## ﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ (انہ بکل شیء بصیر) تمام موجودات قدیمہ حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج، یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا، تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد افتی ائمۃ سمرقند و بخارا علی انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی و قد ذکر الامام الزاھد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ و کذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لا یصلح ان یکون مرئی اللہ تعالیٰ و کذا قول السلف من الاشعریۃ و الماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق علیٰ ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لا یتعلق بہ رؤیتہ سبحنہ و تعالیٰ۔

ائمہ سمرقند و بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا امام زاہد صفار نے کتاب تلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جسکا وجود محال ہے اس کے ساتھ

روئیت باری کا تعلق نہیں ہوسکتا۔

شرح السنوی للجزائریہ میں ہے:

انہما (یعنی سمعہ تعالیٰ و بصرہ) لا یتعلقان الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم و المطلق و المقید۔

ان دونوں (اللہ تعالیٰ کے سمع وبصر) کا تعلق موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود و معدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے۔ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی ما ارادھا اللہ تعالیٰ ولا تعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا ولا کشف عنھا العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بھا السمع و البصر و کذالک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم۔

وہ معدومات جنکا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لیے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالیٰ کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے

فائدہ۔اعلم انہ ربما یلمح کلام القادری فی منح الروض الی تخصیص بصارہ تعالی بلا شکال و الالوان وسمعہ با لا صوات و الکلام و قد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمو مھما کل موجود و تبعہ سیدی عبدالغنی فی الحدیقۃ و ھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعہ تعالی خاصا با لاصوات بل یعم سائر الموجودات ذوات کانت او صفات فیسمع ذاتہ العلیۃ و جمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا و ما قام بنا من صفاتنا کعلومنا و الوا ننا و ھکذا بصرہ سبحانہ و تعالیٰ لا یختص با لالوان و لا با لا شکال و الاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد (۱) انتھی، اما ما قال اللاقانی قبل ذلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالیٰ

تتعلق بالمسموعات او بالموجودات (۲)

والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات (۱) الخ فاقول لا یجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اولا بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تصورہ ثم اردت بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور، ولیس فی التعبیرین تنافٍ اصلا، فان المبصر ما یتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علیٰ خصوصیۃ شئی دون شئی فاذا کان الابصار یتعلق بکل شئی کان المبصر والموجود متساویین، نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الیٰ ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات آتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخری للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمییز۔

ثم اقول: تحقیق المقام ان الابصار لا شک انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لا یجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لھا بل ھو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل ما یصلح لتعلقھا کالعلم فعدم ابصار بعض ما یصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیھہ تعالیٰ عنہ کعدم العلم ببعض ما یصح ان یعلم، ھذا مما لا یجوز ان یتناطح فیہ عنزان انما الشان فی تعبیر ما یصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال والالوان والاکوان فذاک، وان ثبت عموم الصحۃ بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلاً وابداً لجمیع الکائنات القدیمۃ والحادثۃ الموجودۃ فی ازمنتھا المحققۃ او المقدرۃ لما عرف من انہ لا یجوز ھھنا شئ منتظر، لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیۃ المومنین ربھم تبارک وتعالیٰ فی الدار الآخرۃ فکان اجماعا علی ان صحۃ الابصار لا تختص بما ذکر وقد صرح اصحابنا فی ھذاالمبحث ان مصحح الرؤیۃ ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالیٰ یری نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالیٰ انہ بکل شئ بصیر (۲) جار علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ

ولی التوفیق ومن اتقن هذا تیسر له اجراء ه فی السمع بدلیل کلام الله سبحانه و تعالیٰ فافهم والله سبحنه و تعالیٰ اعلم ۔ منه رضی الله عنه ۔

## فائدہ:

واضح ہو کہ ''منح الروض'' میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالیٰ کی بصارت کا اشکال والوں اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارۃ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے ''جوہرۃ التوحید'' کی شرح میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں۔ انتہیٰ۔

(اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ۔

**اقول:** اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کر کے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شئی سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو

اپنائے، اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے " او بالموجودات "کلمہ" او " کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔

پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک، ارادہ، قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے، تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے، جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا۔ اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً وابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر رہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے، کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے۔ تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد " انه بکل شیٔ بصیر " کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ منہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/ ۳۱۴ تا ۳۱۹) مع حواشی

# سورۃ القلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۔☆

قلم اوران کے لکھے کی قسم۔

(۲) مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔☆

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(۴) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔☆

اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

## (۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم میں جابجا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی اور بیہودہ گوئی کرتے۔ اور حضرات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے حلم عظیم وفضل کریم کے لائق جواب دیتے۔

حق جل وعلانے فرمایا:

”نٓ والقلم و ما یسطرون ما آنت بنعمۃ ربك بمجنون“

قسم قلم اور نوشتہ ہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ”ا ن لك لا جراًغیر ممنون“ اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم وکرم سے پیش آتا ہے، مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں تیرا سا حلم وصبر کوئی تمام عالم کے عقلا میں تو بتادے ”و انك لعلی خلق عظیم“ اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے) کہ ایک حلم وصبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ باشوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہان مجتمع ہو کر اس ایک شمہ کو نہیں پہنچتے پھر اس سے بڑھکر اندھا کون جو تجھے

ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ انکا اندھا پن بھی چندروز کا ہے "فستبصر ویبصرون بایکم المفتون" عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے آج اپنی بے خودی ودیوانگی وکور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(تجلی الیقین ۴۴ تا ۴۷)

# سورۃ المعارج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔☆

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۳۵) اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ۔☆

یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے:

یحا فظون بادائها فی اوقاتها۔

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔

نسفی شریف میں ہے:

المحافظة عليها ان لا تضيع عن مواقيتها۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۲۷۲)

# سورۃ نوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۳) وقالوا لاتذرن الھتکم ولاتذرن ودا ولا سواعا لا ولا یغوث ویعوق ونسرا ☆

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودا اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

## (۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح لما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عبدت

عبد ابن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن مہلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومہ فلما مات عسکر واحول قبرہ فی بابل وجزعوا علیہ فلما رأی ابلیس جزعھم علیہ تشبہ فی صورۃ انسان ثم قال اری جزعکم علی ھذا فھل لکم ان اصور لک مثلہ فیکون فی نادیکم فتذکرونہ بہ قالوا نعم فصور لھم مثلہ فوضعوہ فی نادیھم وجعلوا یذکرونہ فلما رأی ما لھم من ذکرہ قال ھل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثلہ فیکون فی بیتہ فتذکرونہ قالوا نعم فصور لکل اھل بیت تمثالا مثلہ فاقبلوا فجعلوا یذکرونہ بہ قال وادرک ابنائھم فجعلوا یرون ما یصنعون بہ وتناسلوا ودرس امر ذکرھم ایاہ حتی اتخذوا الھا یعبدونہ من دون اللہ قال وکان اول ما عبد غیر اللہ فی الارض الصنم الذی سموہ بود۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲۷)

# سورۃ الجن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔☆

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

(۲) یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا۔☆

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

و قد کانوا سمعوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صلاۃ الفجر، کما قدم؛ و مر حدیث ابن اسحق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وروی ابن اسحاق فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد فقمت خلفہ فاستفتح سورۃ الحاقۃ فجعلت اتعجب من تالیف القرآن فقلت ھو شاعر کما قالت قریش فقرأ انہ لقول رسول کریم وماھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون فقلت کاھن علم ما فی نفسی فقرء ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون الی آخر السورۃ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع (۱) اقول لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث المذکور نزول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورۃ و جعلھا من اواخر ما نزل بمکۃ ولا یظھر الجمع بان بعضھا نزل بہ بما فسمعہ عمر قبل ان یسلم و تاخر نزول الباقی و اعتبر ابن عباس الاکثر فان امیر المو

سنین یقول فی ھذا الحدیث ان صح فاستفتح سورۃ الحاقۃ و یذکر الآیات من اواخرھا ثم یقول الی اخر السورۃ فالله تعالیٰ اعلم ۔

بل قال مجاھد فی قولہ تعالیٰ فاصدع بما تؤمر ھو الجھر بلقرآن حکاہ فی المواھب من المقصد الاول قال قالوا فکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوۃ قال الزرقانی تبرئامنہ لجزم الحافظ فی سیر تہ بان نزول الآیۃ کان فی السنۃ الثالثۃ ۔(۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور ابن اسحٰق کی روایت گذر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔

اور ابن اسحاق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں:

اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے، میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف وترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو، میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میری بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپنے یہ آیت پڑھی، نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورۃ کے آخر تک۔

چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔

اقول: لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکیں تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہوسکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ

تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بلکہپ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اس کا اعلان کرو۔ اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے۔

صاحب مواہب نے کہا:

کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (کہتے ہیں: کہہ کر ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۸۸تا۹۰)

## ﴿۲۶﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا۔☆

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

## ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

نفی علم غیب میں وہابیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

**عن** ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: جاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدخل علیّ صبیحۃ بنیٰ بی فجلس علی فراشی کمجلسک منی، فجعلت جویریات یضربن الدف لھن ویندبن من قتل من آبائی یوم بدرالی ان قالت احداھن وفینا نبی یعلم ما فی غد، فقال: دعی ھذا وقولی الذی کنت تقولین۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے، چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر

میں شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف گاتی تھیں کہ اس میں کوئی بولی: ہم میں وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

اقول وباللہ التوفیق: امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا اس فصل میں ان آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس حدیث سے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آئندہ جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگر چہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح مشرک ہے، اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ چھوکریاں کچھ گانے لگیں اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ باتیں جانتے ہیں، بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل مین لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی اصلا بو نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ غافل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔ (تفویہ)

اللہ اللہ، اللہ کے دیئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے دھرم میں اس کا معبود کود ہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں، کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا، یونہی یہ امر بھی اسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالف قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا ۔ الا من ارتضی من رسول ۔
غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب ومسلط نہیں کرتا مگر وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں "لا یظہر غیبہ علی احد ا" نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرم قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی بلکہ فرمایا "لا یظہر علی غیبہ احدا" اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر وغالب ومسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ یکروزی سے ظاہر اور فقیر کے رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح" میں اس کا رد ظاہر وباہر تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا موثر، و اللہ المستعان علی کل غوی فاجر، اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے، وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکالا؟ کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم عراب ہے کہ دعوی کرتے وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثری میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، جا بجا ایسی ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول: اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے! تو بحمد اللہ تعالیٰ حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، او شرک پسند! او شرک کی حقیقت وشناعت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔

اب یاد کرو حدیث ابی داؤد ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد کے متعلق اپنی بدلگامی کی تقریر کو۔

عرب میں قحط پڑا تھا، ایک گنوار نے پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا کہ تمہاری شفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے، پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے۔

سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول کی اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

**اقول:** انبیاء اولیاء کو ذرۂ ناچیز سے کم تر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افتراء ہے، حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بیدینی کا ادنیٰ کرشمہ اور افتراء ہے، حدیث میں اس کا بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفت پاک اس کی ذات اقدس سے قائم ہے مکان ومحل سے منزہ ہے، کیا جانے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں۔

تیر بر جائے انبیاء انداز

طعن در حضرت الٰہی کن

بے ادب باش وآنچہ دانی گو

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

مگر آنکھوں کی پٹی اتروا کر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمت شان الٰہی کے خلاف ہوا سے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی۔ ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابہ اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باآنکہ اہل زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک وکفر کے کلمے سنیں اور اصلا کوئی اثر غضب وجلال چہرۂ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سبحن اللہ سبحان اللہ کہیں، نہ اہل مجلس کی حالت بدلے، نہ

ان کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری تم کفر بک رہی ہو، اری تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں تمہارا دین جاتا رہا، تم مرتد ہوئیں، از سرنو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو، نکاح ہوگیا ہے تو تجدید نکاح کرو، غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہل مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقت حاجت بیان حکم فرض ہے اور تاخیر اصلا روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں، رہا ممانعت فرمانا وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سید الانام علیہم افضل الصلوۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہ باطل ہے، یہ منہ دھو رکھئے، منع لفظ بطلان معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل ونقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ" اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "۔

اولاً ممکن کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہذا ارشاد ہوا: اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔

ارشاد الساری لمعات ومرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول: ممکن کہ مجلس عورتوں کنیزوں کی کم فہم لوگوں کی تھی ان میں منع فرمایا کہ توہم ذاتیت کا سد باب جو شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی، جو محتمل ذووجوہ بات جس میں برے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے، دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجۂ اولیٰ جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے، ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔

(الامن والعلی ۲۰۱ تا ۲۰۴)

# سورۃ المزمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔☆

اے جھرمٹ مارنے والے۔

﴿۲﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔☆

رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔

﴿۳﴾ نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۔☆

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

﴿۴﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔☆

یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

﴿۵﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۔☆

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

﴿۶﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۔☆

بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

﴿۷﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۔☆

بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

﴿۸﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۔☆

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿۹﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۔☆

وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

﴿۱۰﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۔☆

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

〈۱۱〉وَذَرۡنِىۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِى النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ۔☆

اور مجھ پر چھوڑ وان جھٹلانے والے مالداروں کو انہیں تھوڑی مہلت دو۔

〈۱۲〉اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا ۙ☆

بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

〈۱۳〉وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيۡمًا ۔☆

اور گلے میں پھنستا ہوا کھانا اور دردناک عذاب۔

〈۱۴〉يَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا مَّهِيۡلًا ۔☆

جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

〈۱۵〉اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ۔☆

بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

〈۱۶〉فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ۔☆

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

〈۱۷〉فَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ يَوۡمًا يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبًا ۔☆

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

〈۱۸〉اۨلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ۔☆

آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا۔

〈۱۹〉اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ۔☆

بیشک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

〈۲۰〉اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ

اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔☆

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی، اب قرآن میں سے جتنا تم کو آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکاۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۂ مبارکہ میں قیام اور قرآت نماز کا ثبوت نماز کی فرضیت سے پہلے واضح طور پر موجود ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۸۶)

(۲۰) نماز قبل معراج میں جماعت بھی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

فقد اخرج احمد و ابن ماجة و الحارث فی مسنده و غيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضی الله تعالیٰ عنهم ان جبريل اتی النبی صلی الله تعالیٰ عليه و سلم فی اول ما اوحی اليه، فاراه الوضوء و الصلاة، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه، وفی سيرة ابن اسحق و سيرة ابن هشام و المواهب اللدنية من المقصد الاول و كتاب الخميس و افضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المكی ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الازهری ثم حاشية

الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوى هذا لفظ القسطلانى مزيد امن الزرقانى (قدورى) مرضه لان له طرقا لا تخلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة (ان جبريل بدا له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق اى بجبل الحراء كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فقال يا محمد: ان الله يقرئك السلام و يقول لك: انت رسولى الى الجن والانس فادعهم الىٰ قول لااله الاالله ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء فتوضأ منها جبريل ذاد ابن اسحق ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتوضأ، وقام جبريل يصلى و امره ان يصلى معه) زاد فى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، فصلى ركعتين نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج الى السماء و رجع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، لا يمر بحجر ولا مدر و لا شجر الاوهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية، وكانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها) اى تقديرها (ركعتين) اه

وله تمام سيأتى و اخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالىٰ عنه، قال: صلى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول يوم الاثنين، وصليت خديجة آخره، وصلى على يوم الثلثاء۔

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنی فرج پر چھڑکا۔

سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمیس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے۔

اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔

(روایت کی گئی ہے) بصیغۂ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے۔ یعنی کوہ حرا پر تھے۔ جیسا کہ خمیس میں ہے۔ (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ۔ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تا کہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا، السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آ گئی۔ پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ

اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصہ میں پہلی نماز پڑھی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۸۳تا۸۵)

ولفظه عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئيل فصلى به، و صلى رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصلاتہ، (الی ان قال فی خدیجۃ) صلی بھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی بہ جبرئیل فصلت بصلاتہ (۱) اھ

وقد قال تعالیٰ و طائفۃ من الذین معک (۲) و اخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث مجیئ الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث، انہم اتوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ھو یصلی باصحابہ صلاۃ الفجر، قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیھا قبل طلوع الشمس الخ۔

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحاق کے ہاں اس طرح ہیں، پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔اھ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتدائے وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اور اسوقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔

زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸۸/۵)

(۲۰) فرض قرأت صرف ایک آیت کی تلاوت ہے، سورۃ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔ سورۃ فاتحہ اور فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث احادقولیہ سے ثابت ہوا۔ یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۳۳۳/۶)

# سورۃ المدثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۱〉 یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ اور القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ جیسے

یا ایھا النبی انا ارسلنٰک۔

اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔

یٰا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک ۔

اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اترا۔

یا ایھا المزمل قم اللیل ۔

اے کپڑے اوڑھ لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔

یٰا ایھا المدثر قم فانذر۔

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔

یٰس والقراٰن الحکیم انک لمن المرسلین ۔

اے یٰس یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تو مرسلوں میں سے ہے۔

طٰہ ، ما انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ ۔

اے طٰہٰ یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا، کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب

یا ایھا النبی خطاب محمد است صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے۔ اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے۔ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد وارا کین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ خصوصاً۔ یا ایھا المزمل ۔ و یا ایھا المدثر۔ تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں ۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا پوش اوڑھے۔ جھرمٹ مارے لیٹے تھے۔ اسی وضع حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی ۔ بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے او بانکی ٹوپی والے، او دھانی ڈوپٹے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے

!فسبحن اللہ و الحمد للہ و الصلوۃ الزھراء علی الحبیب ذی الجاہ۔

**تم اقول:** نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ ومشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ ان مقالات خبیثہ کو بغرض رد وابطال ومژدہ رسانی عذاب ونکال بارہا نقل فرمایا گیا۔ مگر ان گستاخوں کی اس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا ہاں جہاں انھوں نے وصف کریم سے ندا کی تھی ۔ اگر چہ ان کے زعم میں بطور استہزا تھی۔ اسے قرآن مجید نقل کرلایا کہ۔ قالوا یا یھا الذی نزل علیہ الذکر۔ بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم کہ ان سے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔ ینوح قد جادلتنا ء انت فعلت ھذا یا لھتنا

یا براهیم یٰموسیٰ ادع لنا ربك بما عهد عند ك یصٰلح ائتنا بما تعد نا ، یا شعیب ما نفقه کثیراً مما تقو ل ۔ بلکہ اس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اسی طرح ان سے نقل فرمائی۔

اسباط نے کہا:

یٰموسیٰ لن نصبر علی طعا م وا حد ۔

حواریوں نے کہا:

یٰعیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربك ۔

یہاں اس کا بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال اللہ تعالیٰ لا تجعلو ا دعا ء الر سو ل بینکم کدعا ء بعضکم بعضاً ۔ رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو۔ یا رسو ل اللہ ، یانبی اللہ یا سید المر سلین ، یا خا تم النبیین ، یا شفیع المذنبین صلی اللہ تعا لیٰ علیك و سلم وعلیٰ الك اجمعین ۔

ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ قال کا نوا یقو لو ن یا محمد یا ابا القاسم فنهٰهم اللہ عن ذ لك اعظا ما لنبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۔ فقا لوا یا نبی اللہ یا رسو ل اللہ !۔

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم! کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی۔ جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ وامام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری وامام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی۔ لا تقو لو ا یا محمد و لکن قو لو ا یا رسو اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔ اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک، مولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے، غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مرغی وغیرہ

محققین نے فرمایا۔ اگر یہ لفظ کسی دعاء میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے۔ یا محمد انی توجهت بك الی ربی ۔ تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ! یا نبی اللہ کہنا چاہئے حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی ۔ کما یدل علیه حدیث نبیك الذی ارسلت و رسولك الذی ارسلت ۔ یہ مسئلہ مہتمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں ۔ نہایت واجب الحفظ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اپنے مجموعہ فتاویٰ مسمی بہ العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه ۔ میں ذکر کی وباللہ التوفیق خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا حضور کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی خطاب امم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔

اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایها المساکین ۔ فرمایا کرتا توریت مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم واوردہ السیوطی فی الخصائص الکبری اور اس امت مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے۔ یا ایها الذین امنوا ۔

فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو! امتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے ۔ فاتبعونی یحببکم الله ۔ میری پیروی کرو محبوب ہو جاؤ گے۔

(تجلی الیقین ۳۵ تا ۴۰)

## (۳) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۔☆

اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔

### ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸۶/۵)

## (۴) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۔☆

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

### ﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے نماز میں طہارت ثوب کی فرضیت ثابت۔ (جدید ۸۵/۵)

# سورۃ الانسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۲〉 اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﷺ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا۔☆

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

## 〈۱〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں۔ تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع وبصیر فرمایا چشم وگوش نہیں۔ اور باقی اعضا کا سمع وبصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح۔

〈۳〉 اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔☆

بیشک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرنا۔

## 〈۲〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فرمایا کہ انسان یا تو شاکر یعنی مسلمان ہوگا یا کفور یعنی کافر ہوگا، تو آج کل بعض گمراہ فرقوں کا اہل سنت کو بات بات پر کافر ومشرک کہنا آیت کے خلاف یا تو ایمان وکفر کے درمیان کوئی واسطہ نکالنا ہے، یا پھر خود کافر ومشرک بنناہے، یہاں اسی کا بیان ہے)

بالجملہ اصلاً محل شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو کافر ومشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیا وصلحا واصفیا بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولٰہا وعلیہ الصلوۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرایا۔

وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے

سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقۂ ظاہریہ کو احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔

امام مالک واحمد و بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ۔ واللفظ لمسلم ۔ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه ۔

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء به احدهما ۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو یا کافر کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری ومسلم حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله ولیس کذلك الا حار علیه ولا یرمی رجل رجلا بالفسق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك هذا مختصرا ۔

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کلمہ اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن کرے مگر وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بها احدھما ان کان کافرا و الا کفر بتکفیرہ

یعنی جو بھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یونہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالی او الشرک بہ و کذلک بالزندقۃ والالحاد والنفاق الکفری اہ ملخصا۔

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کر کے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا) اھ تلخیصاً۔

کذلک یا مشرک و نحوہ۔

اسی طرح اسے مشرک کہا تو مشرک ہو جائے گا۔

اقول و باللہ التوفیق: یہ معنی خود انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفر سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔

وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ ع

ترک وہندی در من آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہندی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

المرء یقیس علی نفسہ۔ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃ اوصاف ذمیہ اسی کہنے

والے میں تھے جن کا عکس اس آئینہ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوث وغبار سے صاف ومنزہ ہے۔

یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقو لو ن من خیر قو ل البر یۃ۔ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں)۔ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا یجا وز ترا قیھم۔

(ان کے حلق سے اسلام تجاوز نہیں کریگا۔)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعمش وغیرہ عامۂ علمائے بلخ وبعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یونہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں۔

سید اسمٰعیل نابلسی شرح درروغرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں:

لو قا ل للمسلم کا فر کا ن الفقیہ ابو بکر الا عمش یقو ل کفر و قا ل غیرہ من مشا یخ بلخ لا یکفر و اتفقت ھذ ہ المسئلۃ ببخا را فا جا ب بعض ائمۃ بخا را انہ یکفر فر جع الجوا ب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلا ف قو ل الفقیہ ابی بکر ر جع الیٰ قو لہ الخ (۱) ملخصا۔

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش اسے کافر قرار دیتے، اور مشائخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائے گا) تو جس جس فقیہ نے ابو بکر اعمش کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اھ ملخصا۔

رسالۂ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فر جع الکل الی فتا و یٰ ابی بکر البلخی و قا لوا کفر الشا تم۔

تمام علماء نے ابو بکر بلخی کے اس فتوی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا۔

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے۔

و ینبغی ان لا یکفر علی قو ل ابی اللیث و بعض ائمۃ بخا را۔

ابو اللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔

اور مذہب صحیح معتمدہ و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خر بے لجام و سگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوی ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ بر جندی و شرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق و شرح وہبانیہ علامہ عبد البر و در مختار و حدیقۂ ندیہ و جواہر اخلاطی و فتاوی عالمگیری و رد المحتار و غیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتوی و مفتی بہ ہے۔

علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

**اقول:** و باللہ التوفیق ، توضیح اس دلیل کی علی حسب مرامھم (ان کے مقاصد کے مطابق) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لا یجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالیٰ اما شاکرا و اما کفورا ، و قال تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین اسلام کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔

اب عبارات علماء سنئے ، ہندیہ میں ہے

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات

ان کان اراد الشتم و لا یعتقده کافرا لا یکفر و ان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناءً علی اعتقاده انه کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ (۱) انتھی۔ زاد الشامی عن النھر عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا۔

اس قسم کے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا۔ کذافی الذخیرۃ انتھی۔

شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ کیونکہ وہ ایک مسلمان کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر و ھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم و الا لا به یفتی۔

یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے پر تعذیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا۔ اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتویٰ ہے

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتوی فی جنس ھذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا یکفر و اذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین الاسلام کفر و من اعتقد ھذا فھو کافر۔

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دین اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔

علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قد اختلف فی کفر من ینسب مسلما الی الکفر ففی الفصول العمادیة اذا قال لغیره یا کافر کان الفقیه ابو بکر الاعمش یقول یکفر القائل و قال

غیرہ لا یکفر و المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل الخ (۱) ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الھندیۃ و النھر معاً سواء بسواء۔

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو یا کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے، اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ۔

گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انہ لو اعتقد ھذ الخطاب شتما لم یکفر و لو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی و ما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے۔ جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

قذف مسلما بیا کافر و اراد الشتم و لا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر و لا یکفر و لو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا (۳)

اگر کسی نے کسی مسلمان کو یا کافر کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا۔ اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔

علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوی (فذکر عین ما مر عن البرجندی و زاد) و من اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر۔

مختار للفتوی یہ ہے (پھر بعینہ وہی ذکر کیا جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہو گیا۔

اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام وفقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ما ذا احا ضك یا مغرور فی الخطر حتی هلكت فلیت النمل لم تطر

(تو نے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کردے) اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ آڑتی مگر حاشا للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفوا عن اهل لا اله الا الله لا تکفروهم بذنب فمن اکفر اهل لا اله الا الله فهم الی الکفر اقرب (۱) اخرجه الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما۔

یعنی لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔

اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا اله الا الله و لا تکفروه بذنب

و لا تخرجه من الاسلام بعمل الحدیث۔ اخرجه ابو داؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۂ اسلام سے خارج نہ بتائیں۔ الحدیث ۔ اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الاسلام یعلو و لا یعلی ۔ اخرجه الدارقطنی و البیهقی و الضیاء عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اسلام غالب ہے مغلوب نہیں ۔ اسے دارقطنی ،بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تکفروا احدا من اهل القبلة ۔ اخرجه العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

و لا تکفر احدا من اهل القبلة ۔

اہل قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا:

لا یخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخله فیه ۔

انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کرسکتی مگر اس شئی کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔

یاد ہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں

مدعی اسلام کی تکفیر سے گریز چاہئے، پھران چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعۂ سابقہ صلاح ودیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اورانہیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اوراس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں، ھذا ۔

و اقول یظھر لـلعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام و انما محلّ الا کفار بالکفار المسلم اذا کان ذلک لا عن شبھۃ او تاویل و الا فلا فانہ مسلم بظاھرہ و لم نؤمر بشق القلوب و التطلع الی اماکن الغیوب و لم نعثر منہ علی انکار شئي من ضروریات الدین فکیف یھجم علی نظیر ما ھجم علیہ ذلک السفیہ ھذا ھو التحقیق عند الفقھاء الکرام ایضا یذعن بذلک من احاط بکلامھم و اطلع علی مرامھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین الا تری ان الخوارج خذلھم اللہ تعالیٰ قد اکفروا امیر المومنین و مولی المسلمین علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم ھم عندنا لا یکفرون کما نص علیہ فی الدرالمختار و البحر الرائق و رد المحتار و غیرھا من معتبرات الاسفار و اما ما مر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لازم المذھب لیس بمذھب و اما م الاحادیث فمؤولۃ عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام ۔

اقول و من ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحدیث المار فھو الی الکفر اقرب فلم یسم کافرا وانما قربہ الی الکفر لان الاجتراء علی اللہ تعالیٰ او بمثل ذلک قد یکون یزید الکفر و العیاذ باللہ رب العٰلمین و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

میں کہتا ہوں عبدضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقام تقیید میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ کسی مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہوتو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اورامور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس

کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہو سکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہ تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو بھی اس بات کا اذعان حاصل ہو جائے گا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج نے (اللہ انہیں رسوا کرے) امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر در مختار، بحر الرائق، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے، آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے۔ رب العلمین اپنی پناہ عطا فرمائے۔

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا کابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انه یصیر مرتدا علی قول جماعة و کفی بهذا خسارا و تفریطا،

ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے۔

تو بحکم شرع ان ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم۔ اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوهبانیة للعلامة حسن الشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح فاولاده اولاد زنی و ما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة و تجدید النکاح۔

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے، جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اسکی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہواس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہل سنت کو چاہئے ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کرآئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجليس الصالح و جليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ريح طيبة و نافخ الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد منه ريحا خبيثة۔(۳) رواه الشيخان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه۔

نیک ہم نشین اور بد جلیس کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کریگا یا تو اس سے خرید یگا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جليس السوء كمثل صاحب الكير ان لم يصبك من سواده اصابك من دخانه۔(۱) رواه عنه ابوداود و النسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ والعیاذ باللہ

تعالیٰ ۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انما سمی القلب من تقلبه انما مثل القلب مثل ريشة بالفلاة تعلقت في اصل شجرة تقلبها الرياح ظهر البطن ۔رواه الطبراني في الكبير بسند حسن عن ابي موسى الاشعري رضي الله تعالىٰ عنه و لفظه عند ابن ماجة مثل القلب مثل الريشة تقلبها الرياح بفلاة اسناده جيد ۔

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے لپٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا۔ اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا۔

اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں:

دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹ دے رہی ہوں ۔اس کی سند جید ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعتبروا الارض باسمائها واعتبروا الصاحب بالصاحب (٤) اخرجه ابن عدي عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعا و البيهقي في الشعب عنه موقوفا و له شواهد بها يرتقي الى درجة الحسن ۔

زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پر ۔اسے ابن عدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا اور بیہقی نے انہی سے موقوفا روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اياك وقرين السوء فانك تعرف (١) رواه ابن عساكر عن انس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه ۔

برے مصاحب سے بچ کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا ۔اسے عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام بدعۃ المکفرۃ" میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب، اوران کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم۔

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

دار قطنی وبیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے۔

اقول: والاحادیث وان ضعفت فقد تائدت اذعن ثلثۃ من الصحابۃ وردت علیھم جمیعاً رضوان المولیٰ جل وعلا وتقدس وتعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کررہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلاوتقدس تعالی کی رضاوارد ہے۔

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ و تحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد و الہ والائمۃ المجتہدین و المقلدین لھم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العلمین و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۷۰۹تا۷۲۱)

# سورۃ النبا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳۸) یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا ۙ لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۔☆

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

الروح ملک فی السماء السابعة واعظم من السموٰت و من الجبال و من الملئکة یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحة یخلق اللہ من کل تسبیحة ملکا من الملئکة یجئی یوم القیمة صفا وحدہ ۔

یہ روح فرشتہ آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فرشتہ) روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے: الروح ملک من الملئکة ما خلق اللہ تعالیٰ مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیمة قام وحدہ صفا و قامت الملائکة کلھم صفا واحدا فیکون اعظم خلقة مثلھم ۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۲۰۲)

# سورة النازعات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۵〉فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔☆

پھر کام کی تدبیر کریں۔

## 〈۱〉امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ صفت بھی بالذات ذات الٰہی جل وعلا کی ہے۔قال تعالیٰ : یدبر الأمر۔

حالانکہ حدیث میں فرمایا:

**عن** عبدالله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال:فی قوله تعالیٰ :فالمدبرات امرا' هم الملائكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالیٰ العمل بها ،قال عبدالرحمن بن سابط : یدبر الامر فی الدنیا اربعة،جبریل ،ومیكائیل ،وملك الموت ،واسرافیل ،علیهم السلام ،اما جبرئیل فموكل بالرياح والجنود،وأما ميكائيل فموكل بالمطر والنبات والارزاق ،واما ملك الموت فموكل بقبض الانفس ،واما اسرافيل فهو صاحب الصور ولاينزل الا لامر عظيم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مدبرات امر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کیے گئے ہیں جنکی کاروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی ،عبدالرحمن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں ،جبرئیل ،میکائیل ،عزرائیل ،اور اسرافیل علیہم السلام ۔ جبرئیل تو وحی الٰہی ،ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں ،کہ ہوائیں چلانا لشکروں کو فتح شکست دینا ان سے متعلق ہے۔میکائیل باران اور روئیدگی پر مقرر ہیں ،کہ مینھ برساتے اور درخت وگھاس اور کھیتی اگاتے ہیں ۔عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں ۔اسرافیل صور پھونکنے کیلئے مقرر ہیں اور زمین پر کوئی عظیم حکم لیکر اترتے ہیں ۔علیہم الصلوۃ والسلام۔

(الامن والعلی ۱۵)

اللہ اکبر، قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: القرآن ذو وجوہ۔

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے۔

رواہ ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علما فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنیٰ پر حجت ہے۔

و لم یزل الائمۃ یحتجون بہ علی وجوہ و ذلک من اعظم وجوہ اعجازہ و قد حققنا ھذا المرام فی رسالتنا الزلال لانقی من بحر سبقۃ الاتقی۔

## اولیائے کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں

اب اسی آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع الابدان عرفا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت و تسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفہا و قوتہا من المدبرات۔

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی پس اب وہ اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ تو بحمد اللہ تعالیٰ اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں۔ فللہ الحجۃ البالغۃ

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی و امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل کرکے فرماتے ہیں:

و لذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا

انه لیس بحدیث کما توهم و لذااتفق الناس علی زیارةمشاهدة السلف والتوسل بهم الی الله تعالیٰ و ان انکره بعض الملاحدة فی عصرنا والمشتکی الیه هو الله۔

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہوتو مزارات اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا، اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگر چہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بیدین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

و لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

ہاں میں نے کہا تھا یہ صفت حضرت عزت کی ہے نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من فی السماء والارض و من یملك السمع والابصار و من یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و من یدبر الامر فسیقولون الله فقل افلا تتقون۔

اے نبی ان کافروں سے فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہہ دیں کہ اللہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافرو مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے، قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیوں کر بچا۔

## سو سوالوں کا ایک جواب

اے ناپاک طائفے کی سنگت والو جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات

کے راگ متعلقہ تدبیر وتصرف واستمداد واستعانت ودافع البلاء وحاجت رواومشکل کشاوعلم و غیب وندا وغیرہا سب کافور ہو جائیں گے اور اللہ تعالی کے مبارک منصور بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔ الا ان حزب اللہ هم الغالبون ۔

(الامن والعلی ۸۵ تا ۸۷)

﴿۴۰﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى۔ ☆

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرمادیا ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے۔ جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رجعنا من الجهاد الا صغر الى الجهاد الا كبر ۔

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا اس کے بعد خواب میں زیارت حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں:

ان لنفس عليك حقا ۔

تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔

صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر فوراً خلش دور ہوگئی۔

اس وقت کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی یا شیطانی۔ جس کے دو امتیاز سہل ہیں: ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دو سری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں۔ اسے واقعی اسی شئی کی خواہش ہے اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی وہ نہ ملی دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی۔ اس واسطے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ پانی دھوپ میں رکھا رہا گرم ہوگیا ہوگا، فرمایا صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی

میں نے اللہ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا، طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے آب خورہ میں رکھ دیا تھا، عصر کے مراقبہ میں تھے، حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا، جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے، وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی، ایک آئی اس سے پوچھا اس نے کہا میں اسکے لئے ہوں جو کوزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے، فرمایا: اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کوزہ کو گرا دے، اس نے گرا دیا۔ اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہ آب خورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

دو فرشتے آپس میں ملے، ایک نے پوچھا کہاں جاتے ہو دوسرے نے کہا فلاں عابد کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پر ماروں اور گرا دوں اور تم کہاں جاتے ہو کہا ایک فاسق دیر سے دریا میں مچھلی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں، مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔

(اسی تذکرہ میں ارشاد فرمایا) اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت یا قلت یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔ حدیث میں ہے جب کوئی مقبول بندہ رب عزوجل کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑگڑاتا ہے، جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑگڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت جلد روا کر دے کہ مجھے اپنی طرف اس کا منہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

اس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام حاجت روا ہیں۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دافع البلا ماننے میں کسی مسلمان کو تامل ہو سکتا ہے؟ وہ تو جبرئیل کے بھی حاجت روا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الملفوظ ۱/۱۰۰ تا ۱۰۲)

# سورۃ التکویر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۵﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ۔☆

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ان کے وقوف، استقامت اور رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں پھر سیدھے ہو جاتے ہیں، اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے " فلا اقسم بالخنس " کی تفسیر میں روای۔

قال خمسة النجم زحل و عطار و المشتری والمریخ و زهرة لیس فی الکوا کب شئی یقطع المجرة غیر ها۔

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیۃ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۷۰)

﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔☆

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم وخازن میں اس آیت کے تحت ہے:

یقول انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم۔

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے، تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(خالص الاعتقاد۔۱۴)

# سورۃ الانشقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۸﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ۔☆

اور چاند کی جب پورا ہو۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمانید وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند ومی یابند۔

نیز تفسیر عزیزی میں ہے: سوختن گویا روح را بے مکان ساختن است ودفن کردن گویا مسکن برائے روح ساختن است بنا برایں از اولیائے مدفونین ودیگر مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہا را افادہ واعانت نیز متصور۔

نیز اسی میں تفسیر سورۃ مطففین میں ہے:

مقام علیین بالائے ہفت آسمان است وپائین آن متصل بسدرۃ المنتہیٰ وبالائے آن متصل بہ پائے عرش مجید وارواح نیکان بعد از قبض در آنجا میرسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء درآن مستقرمی مانند وعوام صلحا را برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زم زم قرار می دہند وتعلق قبر نیز، ایں ارواح را باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقرب ودیگر دوستان برقبر مطلع ومستانس می گردند زیرا کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود و

مثال آں در وجود انسانی روح بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان دروں چاہ رامی تواند دید"۔

حیات شہدا قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہدا سے علماء افضل۔ حدیث میں ہے روز قیامت شہدا کا خون اور علما کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے، تو علماء کی دوات کی سیاہی شہدا کے خون پر غالب آئے گی۔ اور علماء سے اولیاء افضل ہیں تو جب شہدا زندہ ہیں اور فرمایا کہ انہیں مردہ نہ کہو تو اولیاء بدر جہاان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں۔

قران عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں: اور اس سے اسکے امثال اور اس سے امثل پر دلالت فرمادیتے ہیں جیسے۔ لا تقل لهما اف و لا تنهر هما۔ ماں باپ کو ہوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہو گیا ۔اور یہیں دیکھئے حیات شہداء کی تصریح فرمائی اور حیات انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جائے گا۔ اس دلالت النص میں اولیاء بلاشبہ داخل۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۲-۴۳)

# سورۃ الاعلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۳﴾ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ۔☆

پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیئے۔

## امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم محاورہ عرب پر اترا ہے۔

قال تعالیٰ:

فرب السماء والارض انه لحق مثل ما انكم ان تقول۔

اور عرب بلکہ تمام عرب وعجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید اور مصیبت مدید کی زندگی کو یونہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔

لا حی فیر جی و لا میت فیر ثی۔

اس کا بیان دوسری آیت کریمہ میں ہے:

یاتیه الموت من کل مکان وما هو بمیت۔

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

تو یہ یاتیه الموت من کل مکان به ولا یحیی ہوا اور ما هو بمیت یہ لا یموت فیها ہوا۔ اور موت وحیات نقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات بلکہ ان میں تقابل تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم وملکہ اگر عدمی۔

والاول هو الصحیح عندی لظاهر قوله تعالیٰ خلق الموت والحیات ولحدیث ذبح الکبش یوم القیمة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۱۸۶)

﴿۱۵﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔☆

اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

**﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

اس آیت سے ثابت کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہی پھر نماز پڑھی۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸۶/۵)

# سورة الغاشية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۶〉لَیۡسَ لَہُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِیۡعٍ ۔☆

ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

(۷)لَا یُسۡمِنُ وَ لَا یُغۡنِیۡ مِنۡ جُوۡعٍ ۔☆

کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

## 〈۱〉امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کا پیٹ بھرے یعنی دنیا میں فقر وفاقہ سے بچے اور قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا، اس میں وہ کھانہ ہے کہ

لا یسمن و لا یغنی من جوع نہ فربہی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

والعیاذ باللہ ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۵۷)

# سورۃ البلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ۔☆

مجھے اس شہر کی قسم۔

﴿۲﴾ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ۔☆

کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مگر اس قسم میں اس قسم (یعنی حضور کی حیات مقدس کی قسم) سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ جس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا، کہ عرض کرتے ہیں، میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہونچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی۔

نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے:

قد قالوا ان ھذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کما اشار الیه عمر رضی الله تعالیٰ عنه بقوله بابی انت و امی یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهذا البلد ۔ (۱)

(۱) نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

لا اقسم بھذاا لبلد۔ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)

مواہب میں ہے:

علی کل حال فھذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یخفی ما فیہ من زیادۃ التعظیم و قد روی ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابی انت و امی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ ان اقسم بحیاتک دون سائر الانبیاء و لقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بھذا البلد۔

ہر حال میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت ومرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت ومرتبت اس کے یہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقسم بھذا البلد کے ذریعہ آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا:

یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سیر می کند آنرا پائے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوگند بخاک پائے خوردن است، وایں لفظ در ظاہر نظر سخت می در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگندمی خورند بخاک پائے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونظر بحقیقت معنی صاف وپاک ست کہ غبار براں نہ، وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیزے ست نزد مردم ونسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ۔ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے

ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شی کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شئی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شئی بہ نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۵۵۷۔۵۵۸)

**عن** امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : بابی انت و امی یا رسول اللہ ! قد بلغ من فضلك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ، و لقد بلغ من فضلك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال : لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ، بے شک حضور کی بزرگی خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہونچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ، نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ، اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کو ٹھہری کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا : مجھے قسم اس شہر کی جس میں اے محبوب ! تم قیام پذیر ہو۔

# سورة الشمس

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱۳﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۔☆

تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر اس لفظ (قال رسول اللہ) سے اس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اس نے کہا: قال رسول اللہ اور معا نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا۔ یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع کرتے دیکھا اسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دوصورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائے گی۔

کما نصوا علیه فیماهو ذکر و ثناء محض کلا اله الا اللّٰه و لا حول ولا قوة الا باللّٰه و انا للّٰه وانا الیه راجعون و غیر ذلك اذا قصد به الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلك۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلاً لا اله الا اللّٰه، لا حول ولا قوة الا باللّٰه اور انا للّٰه وانا الیه راجعون اور دیگر کلمات جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثنا نہیں۔

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی۔

لانه من کلامه ولیس ثناء او دعاء بل اخبار۔

کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔
اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ و سقیٰھا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔

بحرالرائق ودرمختار وغیرہما میں ہے:

لو جری علی لسانہ نعم ان کان ھذاالرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلوتہ وان لم یکن عادۃ لہ لا تفسد لان ھذہ الکلمۃ فی القرآن فتجعل منہ۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہو گیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لہذا اسے کلام کو بجائے قرآن عظیم کا حصہ ہی سمجھا جائے گا۔

اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التنویر۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۳۲۶۔۳۲۷)

# سورة الضحىٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ وَالضُّحٰى۔☆

چاشت کی قسم۔

﴿۲﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى۔☆

اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

﴿۳﴾ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔☆

کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

﴿۴﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔☆

اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

﴿۵﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔☆

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

﴿۶﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى۔☆

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے۔

ان محمدا ودعه ربه و قلاه۔

بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

والضحیٰ و اللیل اذا سجیٰ۔

قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم ہے رات کی جب اندھیری ڈالے، یا قسم اے محبوب

تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ما ودعك ربك و ما قلیٰ ۔

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔ اور یہ اشقیا بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے۔ اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں۔ اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ۔

وللآ خرۃ خیر لك من الا ولیٰ ۔

بیشک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ ان آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کسی بشر یا ملائک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے۔

ولسو ف یعطیك ربك فتر ضیٰ ۔

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم جلیل کثیر جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دیکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔ الم یجدك یتیما فاویٰ ۔ (الی آخر السورۃ)

(تجلی الیقین ۴۷۔۴۸)

(۴) بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات وفضائل وکمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ مترقی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: وللآخرۃ خیر لك من الا ولیٰ ۔

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ حرکت وانتقال منتفی ہے نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کریگا کہ تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے جو ایک آن کیلئے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو طریان موت ہو کر معاً حیات حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کیلئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیات ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہو گی بلا شبہ اس تصدیق وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کیلئے ابدیت ذات حاصل ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الا نبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

باوصف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۵۱)

(۵) دیلمی مسند الفردوس میں امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے راوی جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذن لا ارضی وواحد من امتی فی النار ۔

یعنی جب اللہ تعالی مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا اللھم صل وسلم وبارک علیہ ۔

طبرانی اوسط اور بزار مسند میں اس جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول ای رب رضیت ۔

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہو جا۔ میں عرض کروں گا اے رب میرے میں راضی ہوا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۱۳۴)

﴿۱۱﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ☆

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ولادت اقدس حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان واظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور چاہیے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کیے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلس میلاد ہے علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا

ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔

قال تعالیٰ: انا ارسلنٰك شاھدو مبشرا و نذیرا ۔ لتؤ منوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ ۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

قال تعالیٰ:

و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ۔

ترجمہ: جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال و من یعظم حرمٰت اللہ فذلك خیر عند ربہ ۔

ترجمہ: جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں، پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے حسن و محمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے، پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم و اکرام حضور سید الانام افضل الصلاۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دیں۔ وانی لھم ذلك

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و قیام کی خوبی ثابت ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۷۷۔۷۸)

(۱۲) اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں، یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۷۸)

# سورۃ الم نشرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

〈۴〉وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔☆

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ذکر حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان وسرور جان ہے ان کا ذکر بعینہ ذکر رحمن ہے۔

قال تعالیٰ:

و رفعنا لك ذكرك ۔

حدیث میں ہے اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرمایا ہے:

اتدری کیف رفعت لك ذكرك ۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی اللہ اعلم۔

ارشاد ہوا:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني ۔

اے محبوب میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲_۱۴۵)

〈۷〉فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔☆

تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

## (۸) وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ۔☆

اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول اصح در تفسیر آیت کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعا ست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ رغبت کرو۔

جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر طویل جو مختار نہ ہوں اھ تلخیصاً۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔

**پہلی حدیث:** مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی، اور ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ وعلیہم اجمعین نماز سے رخ انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔

اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت و عظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزر گی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔

کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔ و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔

**حدیث دوسری، تیسری اور چوتھی:** بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی، اور ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے:

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ہو علی کل شئی قدیر اللہم لا مانع لما أعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا۔

اللہم لا مانع لما أعطیت الخ۔ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخر میں بطور تصحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے افضل ذکر، لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے،

**پانچویں حدیث:** سنن نسائی میں عطا بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابومروان کے سامنے قسم اٹھائی، اس اللہ کی قسم

جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پایا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ و اصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بعفوک من نقمتک و اعوذ بک منک لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد۔

اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بختاور کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا۔

اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

**چھٹی حدیث:** صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد چہرۂ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:

رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک۔

اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔

**ساتویں حدیث:** بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل

الیوم واللیلۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز ادا کر کے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن۔

اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن ورحیم ہے۔ اے اللہ! مجھ سے غم وحزن دور فرمادے۔

اور طرفہ تر یہ کہ ان عقلمندوں کو امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہوسکیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتویٰ جاری کیا، ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے) انہوں نے فتویٰ میں مجیب لکھنوی کی حدیث لاکر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے، دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے۔

وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے۔ مجھے احمد بن حسن نے انہیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد یزید البالسی نے انہیں عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی نے خصیف سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم

السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں، میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں، مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنگار ہوں، مجھ سے میری فقر کو دور فرما میں مسکین ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحی

اس حدیث کا (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا:

جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اسے ناامید نہیں لوٹائے گا۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام کہا، رخ انور پھرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیا پر مخفی نہیں۔

سید محمد نذیر حسین

میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اہل سنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے، میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آ گیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کر دوں تا کہ اس کے ساتھ "تلك عشرة كاملة" کا عدد مکمل ہو جائے۔ و باللہ التوفیق

**دسویں حدیث:** امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبیٰ، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابو داؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو لوگوں سے ہم کلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔

اللھم اجرنی من النار۔

اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما۔

اب اگر تو اس دن فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو:

اللھم اجرنی من النار۔

اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے۔

اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔

اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ المختار و آلہ الاطہار و بارک وسلم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۲۴ تا ۲۳۳)

# سورۃ العلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۹) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی۔☆

بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔

(۱۰) عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔☆

بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ تحقیق مسئلہ ہے (جمعہ کے باب میں) اور بحمد اللہ اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں۔ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں، نہ زنہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتوی دے سکتے ہیں۔مگر در بارۂ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا تھا، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا ورسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی۔

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

شئی خیر من لا شئی۔

کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

رواہ عن عبد الرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالی عنہ مر برجل لا یتم

ركوعا ولا سجودا فقال شئى خير من لا شئى ۔(۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں نہ رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا: کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المومنین آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الوعيد قال تعالىٰ ار أيت الذى ينهىٰ عبدا اذا صلىٰ ۔ ذكره فى الدر المختار ۔

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے درمختار میں ذکر کیا گیا۔

اسی سے بحر الرائق میں ہے:

(هذا للخواص) اما العوام فلا يمنعون من تكبير و لا تنفل اصلا لقلة رغبتهم فى الخيرات ۔

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انہیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔

اسی کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

سئل شمس الائمة الحلوانى ان كسالى العوام يصلون الفجر عند طلوع الشمس افنزجرهم عن ذلك قال لا لانهم اذا منعوا عن ذلك تركوها اصلا واداؤها مع تجويز اهل الحديث لها اولى من تركها اصلا ۔

شمس الائمہ حلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انہیں زجر و توبیخ کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز سمجھتے ہیں۔

درمختار میں ہے:

لا یجوز صلوۃ مطلقا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا و الاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترک کما فی القنیۃ و غیرھا۔ ملخصا

طلوع آفتاب کے بعد کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہاء نے روکا نہیں ورنہ بالکل ترک کردیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہوتا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فلا یمنعون افاد ان المستثنیٰ المنع لا الحکم بعد الصحۃ عند نا قولہ کما فی القنیۃ و عزاہ صاحب المصطفی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی و الی شمس الائمۃ الحلوانی و النسفی۔(۲) ملخصا

**قولہ:** فقہاء منع نہیں کرتے "بتلا رہا ہے کہ استثناء نہ روکنے کا" ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے۔

**قولہ** جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ صاحب مصفی نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کی ہے اور انہوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الائمہ حلوانی کی طرف سے بیان کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی ہے۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو کوزدہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ نسأل اللہ العفو و العافیۃ۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۳۷۴ تا ۳۷۶)

# سورۃ الماعون

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۴﴾فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ ☆

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔

﴿۵﴾اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ☆

جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

### ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں "ویل" کہیں نہ فرمایا۔ "ساھون" کیلئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار وابویعلی وابن جریر وابن المنذر وابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن ومحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن قول اللہ تعالی الذین هم عن صلوتهم ساهون، قال هم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتها۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بغوی کی روایت یوں ہے

عن مصعب عن ابیہ رضی اللہ تعالی عنهما انه قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن الذین هم فی صلوتهم ساهون، قال: اضاعة الو

قت ۔

مصعب بن سعد سے ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔

بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق وابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے۔ روایت اخیر یوں ہے۔ کہ ابو العالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنہیں یہ یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا:

هم الذين يسهو عن ميقاتها حتى تفوت ۔

ساھون وہ ہیں جو اس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔

فقیر کے یہاں بحمد اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے جو نماز عصر اس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات واہام کی۔

دار قطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح، زیاد بن عبد اللہ نخعی سے راوی:

قال كنا جلوسا مع علي رضي الله تعالى عنه في المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال: يا امير المومنين! فقال: اجلس، فجلس ثم عاد فقال له ذلك

فقال رضی اللہ تعالی عنہ ہذا الکلب یعلمنا السنۃ، فقام علی فصلی بنا العصر، ثم انصرفنا، فرجعنا الی المکان الذی کنا فیہ جلوسا، فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراھا۔

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی: یا امیر المومنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلئے) امیر المومنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولی علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اما ان زیادا لم یرو عنہ غیر العباس (۲) قالہ الدار قطنی۔

فاقول: عباس ثقۃ، وغایتہ جہالۃ عین، فلا تضر عندنا لا سیما فی اکابر التابعین، قال فی المسلم، لاجرح بان لہ راویا فقط وھو مجہول العین باصطلاح (۳) قال فی الفواتح وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم (۴)

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دار قطنی نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں جہالت عین، پائی جاتی ہے اور ہمارے نزدیک یہ مضر نہیں ہے خصوصا اکابر تابعین میں۔

مسلم میں ہے کہ یہ کوئی حرج نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر مجہول العین ہے۔

فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے لیکن یہ بے دلیل بات ہے۔

اگر یہ مولی علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃ سنت بتا رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں۔

اسی کے مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے نماز صبح میں مروی اور امام طحاوی

داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال کان علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بنا الفجر و نحن نتر أی الشمس مخافۃ ان تکون قد طلعت۔

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے:

ذکر الامام الدیلمی عن زہیر بن کیسان قال صلیت مع الرضا فی العصر ثم انطلقت الی مسجد سفین فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحم اللہ ابا حنیفۃ ما اخرھا مثل ما اخر سفین۔

دیکھو کہ انھوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفیٰن نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن ہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴۸/۵ تا ۱۵۱)

# سورۃ الکوثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔☆

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اس اجماع یعنی قول متیقن ناصالح نزاع کے بعد سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحر بے پایاں کرم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا، زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک اس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل۔ شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا،

فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاہ۔اھ

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا۔ اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا۔اھ

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، تو لازم ہوا کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

**اقول:** تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔

فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الکوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملائکۃ غسلوا بہ قلبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین شقوہ لیلۃ الاسراء مع قدرتھم علی ماء الکوثر فاختیارہ فی ھذا المقام دلیل علی افضلیتہ ولا یعارضہ انہ عطیۃ اللہ تعالیٰ لاسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام والکوثر عطیۃ اللہ تعالیٰ لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان الکلام فی عالم الدنیا لا الآخرۃ ولا مریۃ ان الکوثر فی الاٰخرۃ من اعظم مزایا نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن ثم قال تعالیٰ انا اعطینک الکوثر بنون العظمۃ الدالۃ علی ذلک وبما قررتہ علم الجواب عما اعترض بہ علی البلقینی اھ۔ (۱)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آب زمزم افضل ہے، کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کے معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک کو ملے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطینک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے۔ اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ اھ

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق: الافضل معنیان لا کثر ثوابا ن وھو فی المکلفین من یثاب اکثر و فی الاعمال ما الثوب علیہ اکبر و لا مدخل لھذین فی زمزم والکوثر وان اول بالتعاطی ای ما تعاطیہ اکثر ثوابا ن فالکوثر غیر مقدور لنا فلا یتاتی التفاضل من ھذا الوجہ ایضا و لا معنی لان یقال ان ثوابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اکثر فی غسل الملائکۃ قلبہ الکریم باحدھما

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے: افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ سے کثرت ہے، یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو۔ اور اعمال میں عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں۔ اور اگر اس معنی کی یہاں تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔ اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔

فاذن لا کلام فیہ الا بمعنی الاعظم شانا و الارفع مکانا عند اللہ تعالیٰ و حینئذ لا یتم استدلال الامام البلقینی رحمہ اللہ تعالیٰ الا اذا احطنا بالحکم الالھیہ فی غسل قلبہ الکریم انھما کان سواء فی تحصیلھا ثم اللہ سبحنہ اختار ھذا فکان افضل اما یکون شئی اوفق و اصلح العمل من غیرہ فلا یستلزم کونہ اجل قدرا و اعظم فخرا منہ بالفضل الکلی علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یتشرف بغیرہ بل الکل انما یتشرفون بہ و اللہ تعالیٰ یصیب برحمتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یشاء من خلقہ لیرزقہ فضلا کما اختار للولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شھر ربیع الاول دون شھر رمضان و یوم الاثنین دون الجمعۃ و مکان مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون الکعبۃ و الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

(۱) اما جواب الامام ابن حجر فغایة ما یظهر فی توجیهه ان زمزم افضل فی الدنیا لانه مقدور لنا فنثاب علیه فیترتب علیه الفضل لنا بخلاف الکوثر ان رزق الله تعالیٰ منه احدنا فی الدنیا فلفضل فیه او لتفضل من المولیٰ سبحنه فهو یترتب علی الفضل و مایورث الفضل افضل اما الاخرة فلیست دار عمل فیذهب هنالک هذا الوجه و یظهر فضل الکوثر لانه من اعظم ما من الله تعالیٰ به علی نبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

اب صرف افضل کے دوسرے معنیٰ میں بات ہوسکتی ہے اور وہ عند اللہ عظمت شان اور رفعت مقام ہے اور اس معنیٰ پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہوسکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا۔ اس لئے کہ یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کی فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کے بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کے بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کے بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے، اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہوجائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا، لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے۔ اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔

اقول لو تم ھذا لکان کل ماء فی الدنیا افضل من الکوثر بعین الدلیل وھو کما تری بل الکلام کما علمت فی الارفع قدرا و الاعظم فخرا و ھذا لا یختلف باختلاف الدار حتی یکون شئی اجل قدرا عند اللہ تعالٰی من آخر فی الدنیا فاذا جائت الاخرۃ انعکس الامر کلا بل لا یظھر فی الاخرۃ الا ما ھو عندہ تعالٰی ھھنا فما کان افضل فی الاخرۃ کان افضل فی نفسہ و ما کان افضل فی نفسہ کان افضل حیث کان و قد اعترفتم ان الکوثر افضل فی الاخرۃ فوجب ان یکون لہ الفضل دنیا و اخری کیف و زمزم من میاہ الدنیا و ھو من میاہ الاخرۃ و للاخرۃ اکبر درجت و اکبر تفضیلا (۱) و ایضا ماؤہ من الجنۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : یغث فیہ میزابان یمدانہ من الجنۃ احدھما من ذھب و الاخر من ورق رواہ مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : الا ان سلعۃ اللہ غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ (۲)۔

ثم ھو انفع لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرب منہ لم یظمأ ابدا و لم یسود وجھہ ابدا۔

وقد امتن اللہ سبحنہ بہ علی افضل رزقنا المولٰی سبحنہ و تعالٰی الورد علیہ، و الشرب منہ بید احد حبیب الیہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و مجد و شرف و عظم و کرم و علی الہ الکرام، وصحبہ العظام، وابنہ الکریم و امتہ الکریمۃ خیر الامم، و علینا بارسالہ و انعم و الحمد للہ رب العلمین حمدا یدوم بہ و امہ الادوم، واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم۔ و علمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت وبلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنیٰ دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تا کہ دنیا میں ایک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ جائے ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر و

منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو۔ اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں۔ دونوں جنت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔

اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے۔ لہٰذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمایا۔ حضور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سلامتی، بزرگی، شرف و کرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین امت پر اور ان کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر ان کو بھیج کر احسان فرمانے والے،

الحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید ۳/۲۴۵ تا ۲۴۹)

عاص ابن وائل شقی نے جو صاحب زادہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: انا اعطینک الکوثر۔ بے شک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعت ذکر سے کیا نسبت کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ اور تمہاری ثناء کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکناف عالم واطراف جہان میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ

طباق فلک وآفاق زمین پر پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں۔ اور تم سا مہربان ان کے لئے کوئی نہیں۔ بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا اور تمہارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا ابنی صورۃ وابی معنیً ۔ اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے جب اس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اشقیا کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ۔ فصل لربك وانحر۔ رب کے شکرانہ میں اسکے لئے نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ ان شانئك هو الابتر۔ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے یعنی عمرو ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہی اسکے دشمن ہو جائیں گے اور تمہارے دین حق میں آکر بوجۂ اختلاف دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے پھر آدمی بے نسل ہوتا ہے تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی ونفرین کے ساتھ لیا جائے گا اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(تجلی الیقین ۵۰۔۵۱)

# سورۃ المسد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔☆

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

(۲) مَآ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۔☆

اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

(۳) سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۔☆

اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

(۴) وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ۔☆

اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

(۵) فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ۔☆

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

## ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام واطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا ۔

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمہارے لئے ہمیشہ کو کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: تبت یدا ابی لھب و تب ۔

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب ۔

اس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کچھ کمایا۔

سیصلیٰ نارا ذات لھب۔

اب پلٹا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔

وامرأتہ حمالۃ الحطب۔

اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔

فی جیدھا حبل من مسد۔

اس کے گلے میں مونجھ کی رسی۔

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف، بتول مریم۔ اور ادھرام المومنین صدیقہ علی سیدھم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت والد قدس سرہ الماجد سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں فرماتے ہیں:

حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضر مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بد گمانی سے نجات بخشی۔ اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکدامنی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔ انتہیٰ

محل غور ہے۔ جب اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغیان سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے۔ بلکہ بہ نفس نفیس اس کیطرف سے تکفل کے جواب کرے کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز و امتیاز اس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں ۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تجلی الیقین ۵۲۔۵۳)

# سورۃ الاخلاص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۱﴾ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ☆

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

﴿۲﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ☆

اللہ بے نیاز ہے

﴿۳﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ☆

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

﴿۴﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ☆

اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

**عن** أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل ھو اللہ احد آخر تک پڑھنا تہائی قرآن کے مساوی ہے۔

**﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں**

یہ حدیث پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور متواتر ہے

(فتاوی رضویہ ۳/۲۲۶)

# سورۃ الفلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۔☆

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

## ﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ عنہ ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیتے ۔ رواہ ابو داؤد عن قتادۃ مرسلا ولا شواھد وسندہ ثقات ۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشرکی چیز ہے ۔ افادہ المناوی فی التفسیر ۔

**اقول:** یا یہ کہ کفار نے اس کی عبادت کی ۔ اور شرع میں اسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تا کہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے ۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا عائشۃ! استعیذی باللہ من شر ھذا، فان ھذا ھو الغاسق اذا وقب ۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے، کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گہنائے ۔

یعنی قرآن کریم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا: ومن شر غاسق، اور اسکے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا، اس سے یہ چاند ہی مراد ہے ۔ فتاوی رضویہ ۴/۵۷

# سورة الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱)﴿۱﴾ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔☆

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

﴿۲﴾ مَلِکِ النَّاسِ۔☆

سب لوگوں کا بادشاہ۔

﴿۳﴾ اِلٰهِ النَّاسِ۔☆

سب لوگوں کا خدا۔

﴿۴﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ۔☆

اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿۵﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ۔☆

وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

﴿۶﴾ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔☆

جن اور آدمی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۃ کی قرأت سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۷۰)

بخاری، مسلم، ابوداود، مثل امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل ابن ماجہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔

بیشک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری جاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنے۔ جب آذان ہوچکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر ہوچکتی ہے پھر آتا ہے۔

حتی یخطر بین المرء و نفسه یقول اذکر کذا اذکر کذا لما لم یکن یذکره حتی یظل الرجل ما یدری کم صلی۔

یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے اندر حائل ہوکر خطرے ڈالتا ہے کہتا ہے کہ یہ بات یاد کر، یہ بات یاد کر، ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔

امام ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان اور امام اجل ترمذی نوادر الاصول میں بسند حسن۔ اور ابویعلی مسند اور ابن شاہین کتاب الترغیب اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان واضع خطمه علی قلب ابن آدم فان ذکر الله خنس و ان نسی التقم قلبه فذلک الوسواس الخناس۔

بے شک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے جب آدمی خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو شیطان اس کا دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک جانے والا۔

(شہنشاہ کون ۴۸ تا ۴۹)

# فہرست آیات جلد نہم

۳۵۶ ﴿۶۵﴾ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ط وما یشعرون ایان یبعثون ۔☆ ________ ۸/۹

۳۵۷ ﴿۸۰﴾ انک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعآ اذا ولوا مدبرین ۔☆ ________ ۹/۹

# سورۃ القصص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۵۸ ﴿۲۵﴾ فجآءتہ احدٰھما تمشی علی استحیآء ز قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا ط فلما جآءہ وقص علیہ القصص لا قال لا تخف قف نجوت من القوم الظٰلمین ۔☆ ________ ۱۲/۹

۳۵۹ ﴿۵۶﴾ انک لاتھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشآء ج وھو اعلم بالمھتدین ۔☆ ________ ۱۳/۹

# سورۃ العنکبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۶۰ ﴿۶۹﴾ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط وان اللہ لمع المحسنین ۔☆ ________ ۱۵/۹

# سورۃ الروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۶۱ ﴿۲﴾ غلبت الروم ۔☆ ________ ۱۶/۹

۳۶۲ ﴿۲۱﴾ ومن اٰیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ۔☆ ________ ۱۶/۹

۳۶۳ ﴿۳۱﴾ منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین ☆ ________ ۱۷/۹

۳۶۴ ﴿۳۹﴾ وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ ج

وما آتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون۔☆۔ ۱۸/۹

۳۶۵ (۴۷) ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومہم فجآءوہم بالبینت فانتقمنا من الذین اجرموا ط وکان حقا علینا نصر المؤمنین۔☆۔ ۱۹/۹

۳۶۵ (۵۱) ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون۔☆ ۲۲/۹

۳۶۶ (۵۲) فانک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعآء اذا ولوا مدبرین۔☆ ۲۲/۹

۳۶۷ (۵۳) وماانت بھذا العمی عن ضللتہم ط ان تسمع الامن یؤمن بایٰتنا فہم مسلمون۔☆ ۲۲/۹

# سورۃ لقمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۳۶۸ (۱۰) خلق السمٰوٰت بغیر عمد ترونہا والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم وبث فیہا من کل دآبۃ ط وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیہا من کل زوج کریم۔☆ ۲۸/۹

۳۶۹ (۳۴) ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ج ویعلم مافی الارحام ط وماتدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر۔☆ ۳۱/۹

# سورۃ السجدۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۷۰ (۱۱) قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون۔☆ ۲۸/۹

# سورة الاحزاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۷۱ ﴿۴﴾ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ج وماجعل ازواجکم الّٰئی تظٰھرون منھن امھٰتکم ج وماجعل ادعیآء کم ابناء کم ط ذٰلکم قولکم بافواھکم ط واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔☆ ________ ۴۹/۹

۳۷۲ ﴿۶﴾ النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہٗ امھٰتھم ط واولو الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتٰب اللہ من المؤمنین والمھٰجرین الآ ان تفعلوٓا الٰی اولیٰئکم معروفًا ط کان ذٰلک فی الکتٰب مسطورًا۔☆ ۵۰/۹

۳۷۳ ﴿۱۳﴾ واذ قالت طآئفۃ منھم یٰاھل یثرب لامقام لکم فارجعوا ج و یستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ ط وما ھی بعورۃ ج ان یریدون الا فرارًا ☆ ________ ۵۵/۹

۳۷۴ ﴿۲۱﴾ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکراللہ کثیرًا۔☆ ________ ۵۶/۹

۳۷۵ ﴿۳۳﴾ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولٰی واقمن الصلٰوۃ واٰتین الزکٰوۃ واطعن اللہ ورسولہ ط انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔☆ ________ ۵۸/۹

۳۷۶ ﴿۳۶﴾ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃٍ اذا قضی اللہ ورسولہٗ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبینا۔☆ ________ ۵۹/۹

۳۷۷ ﴿۳۷﴾ واذ تقول للذیٓ انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس ج واللہ احق ان تخشٰہ ط فلما قضی زید منھا وطرًا زوجنکھا لکی لایکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیآئھم اذا قضوا منھن وطرًا ط وکان امر اللہ مفعولاً ☆ ________ ۶۱/۹

# سورۃ سبأ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ فاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سورۂ یٰس

بسم الله الرحمن الرحیم

# سورة الصافات

بسم الله الرحمن الرحیم



# سورة ص

بسم الله الرحمن الرحیم



# سورة غافر

بسم الله الرحمن الرحیم

## سورۃ فصلت

بسم الله الرحمن الرحیم



## سورۃ الشوری

بسم الله الرحمن الرحیم

# سورۃ الزخرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الاحقاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی ج انی تبت الیک وانی من المسلمین ۔☆________۹/۱۶۴

# سورة محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۲۳ ﴿۱۳﴾ وکاین من قریةٍ هی اشد قوةً من قریتک التیٓ اخرجتک ج اهلکنهم فلاناصر لهم ۔☆________۹/۱۶۶

۴۲۴ ﴿۱۹﴾ فاعلم انه لآ اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنت ط والله یعلم متقلبکم ومثوٰکم ۔☆________۹/۱۶۶

۴۲۵ ﴿۳۳﴾ یایها الذین اٰمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولاتبطلوآ اعمالکم ۔☆________۹/۱۶۷

# سورة الفتح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۲۶ ﴿۲﴾ لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر ویتم نعمته علیک ویهدیک صراطاً مستقیمًا ۔☆________۹/۱۶۸

۴۲۷ ﴿۸﴾ انا ارسلنک شاهدًا ومبشرًا ونذیرًا ۔☆________۹/۱۶۹

۴۲۸ ﴿۹﴾ لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه ط وتسبحوه بکرةً واصیلاً ۔☆________۹/۱۶۹

۴۲۹ ﴿۲۵﴾ هم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والهدی معکوفًا ان یبلغ محله ط ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنت لم تعلموهم ان تطؤهم فتصیبکم منهم معرة بغیر علم ج لیدخل الله فی رحمته من یشآء ج لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذابًا الیمًا ☆________۹/۱۷۰

۴۳۰ 〈۲۹〉محمدرسول الله ط والذين معهٗ اشدآء على الكفار رحمآء بينهم ترٰهم ركعًا سجدًا تك يبتغون فضلاً من الله ورضوانًا ز سيماهم فى وجوههم من اثر السجود ط ذٰلك مثلهم فى التورٰة ج مثلهم فى الانجيل تك كزرع اخرج شطاٗهٗ فاستغلظ فاستوٰى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار ط وعد الله الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت منهم مغفرةً واجرًا عظيمًا۔☆ ۹/۱۷۱

# سورة الحجرات

بسم الله الرحمٰن الرحيم

۴۳۱ 〈۲〉يٰايها الذين اٰمنوا لاترفعوآ اصواتكم فوق صوت النبى ولاتجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون۔☆ ۹/۱۷۵

۴۳۲ 〈۳〉ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولٰئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوٰى ط لهم مغفرة واجر عظيم۔☆ ۹/۱۷۶

۴۳۳ 〈۶〉يٰايها الذين اٰمنوآ ان جآء كم فاسق بنبا فتبينوآ ان تصيبوا قومًا بجهالةٍ فتصبحوا على مافعلتم ندمين۔☆ ۹/۱۸۳

۴۳۴ 〈۷〉واعلموآ ان فيكم رسول الله ط لو يطيعكم فى كثير من الامر لعنتم ولٰكن الله حبب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان ط اولٰئك هم الراشدون۔☆ ۹/۱۸۵

۴۳۵ 〈۸〉فضلاً من اللهِ ونعمةً ط والله عليم حكيم۔☆ ۹/۱۸۵

۴۳۶ 〈۹〉وان طآئفتٰن من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما ج فان بغت احدٰيهما على الاخرٰى فقاتلوا التى تبغى حتّٰى تفىٓء الٰى

امر الله ج فان فآءت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ط ان الله يحب المقسطين ۔☆ ۹/۱۸۶

۴۳۷ ‹۱۰› انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم ج واتقوا الله لعلكم ترحمون۔☆ ۹/۱۹۲

۴۳۸ ‹۱۱› يآيها الذين اٰمنوا لا يسخر قوم من قوم عسٰى ان يكونوا خيرا منهم ولا نسآء من نسآء عسٰى ان يكن خيرًا منهن ج ولا تلمزوآ انفسكم ولا تنابزوا بالالقاب ط بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ج ومن لم يتب فاولٰئك هم الظٰلمون۔☆ ۹/۱۹۳

۴۳۹ ‹۱۲› يآيها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرًا من الظن ز ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا ط ايحب احدكم ان يأكل لحم اخيه ميتًا فكرهتموه ط واتقوا الله ط ان الله تواب الرحيم ۔☆ ۹/۱۹۵

‹۱۳› يآيها الناس انا خلقنٰكم من ذكر وانثٰى وجعلنٰكم شعوبًا وقبآئل لتعارفوا ط ان اكرمكم عندالله اتقٰكم ط ان الله عليم خبير۔☆ ۹/۱۹۵

# سورة الذاريات

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۴۰ ‹۲۴› هل اتٰك حديث ضيف ابرٰهيم المكرمين ۔☆ ۹/۱۹۵

۴۴۱ ‹۲۵› اذ دخلوا عليه فقالوا سلٰمًا ط قال سلٰم ج قوم منكرون۔☆ ۹/۱۹۵

۴۴۲ ‹۲۶› فراغ الٰى اهله فجآء بعجل سمين۔☆ ۹/۱۹۵

۴۴۳ ‹۵۵› وذكر فان الذكرٰى تنفع المؤمنين۔☆ ۹/۱۹۸

# سورة النجم

بسم الله الرحمن الرحيم

# سورۃ القمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا



# سورۃ الرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الحدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆ــــ ۲۱۶/۹

۴۵۵۔ ﴿۲۸﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔☆ــــ ۲۱۸/۹

۴۵۶۔ ﴿۲۹﴾ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔☆ــــ ۲۱۹/۹

# سورۃ المجادلۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۵۷۔ ﴿۲﴾ اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ مَّا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ ط اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ ط وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔☆ــــ ۲۲۲/۹

۴۵۸۔ ﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ط ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆ــــ ۲۳۲/۹

۴۵۹۔ ﴿۴﴾ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ج فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ط ذٰلِکَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ط وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔☆ ۳۲۴

۴۶۰۔ ﴿۱۱﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ ج وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ لا وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆ــــ ۲۲۲/۹

۴۶۱۔ ﴿۱۹﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ

حزب الشیطٰن ط الآ ان حزب الشیطٰن ھم الخسرون۔☆۔۹/۲۲۳

۴۶۲ ﴿۲۲﴾لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حآد اللہ ورسولہ ولو کانوآ اٰبآءھم او ابنآءھم او اخوانھم اوعشیرتھم ط اولٰٓئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنٰت تجری من تحتھاالانھر خلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰٓئک حزب اللہ ط الآ ان حزب اللہ ھم المفلحون ۔☆____________۹/۲۲۳

# سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۶۳ ﴿۷﴾ماافآء اللہ علٰی رسولہ من اھل القرٰی فللّٰہ وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل لا کی لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم ط وما اٰتکم الرسول فخذوہ ق وما نھٰکم عنہ فانتھوا ج واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب۔☆____۹/۲۲۵

۴۶۴ ﴿۹﴾والذین تبوؤالدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولایجدون فی صدورھم حاجۃً مّمّا اوتوا ویؤثرون علٰٓی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ط ومن یوق شح نفسہ فاولٰٓئک ھم المفلحون ۔☆____________۹/۲۲۶

# سورۃ الممتحنۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۶۵ ﴿۱﴾یٰایھاالذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جآءکم من الحق ج یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم ط ان کنتم خرجتم جھادًا

فی سبیلی وابتغآء مرضاتی ق تسرون الیھم بالمودة ق وانا اعلم بمآ اخفیتم ومآ اعلنتم ط ومن یفعله منکم فقد ضل سوآء السبیل۔☆ ۲۲۷/۹

۲۶۶ ﴿۲﴾ان یثقفوکم یکونوا لکم اعدآء ویبسطوآ الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودوا لو تکفرون۔☆ ۲۲۸/۹

۲۶۷ ﴿۳﴾لن تنفعکم ارحامکم ولآ اولادکم ج یوم القیمة ج یفصل بینکم ط والله بما تعملون بصیر۔☆ ۲۲۹/۹

﴿۸﴾لاینھکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوآ الیھم ط ان الله یحب المقسطین۔☆ ۲۲۷/۹

۲۶۸ ﴿۹﴾ انما ینھکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ج ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون۔☆ ۲۲۸/۹

۲۶۹ ﴿۱۰﴾یاایھاالذین اٰمنوا اذا جآء کم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن ط الله اعلم بایمانھن ج فان علمتموھن مؤمنٰت فلاترجعوھن الی الکفار ط لا ھن حل لھم ولاھم یحلون لھن ط واٰتوھم مآ انفقوا ط ولاجناح علیکم ان تنکحوھن اذآ اٰتیتموھن اجورھن ط ولاتمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا مآ انفقتم ولیسئلوا مآ انفقوا ط ذٰلکم حکم الله ط یحکم بینکم ط والله علیم حکیم ☆۔ ۲۳۵/۹

# سورة الصف

بسم الله الرحمٰن الرحیم

۲۷۰ ﴿۴﴾ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانھم بنیان مرصوص۔☆ ۲۳۷/۹

# سورۃ الجمعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۷۱ 〈۲〉ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ ق وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔☆ ۹/۲۳۸

۴۷۲ 〈۳〉واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ط وھو العزیز الحکیم۔☆ ۹/۲۴۲

۴۷۳ 〈۴〉ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ط واللہ ذوالفضل العظیم۔☆ ۹/۲۴۲

۴۷۴ 〈۹〉یآیھا الذین اٰمنوآ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ط ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔☆ ۹/۲۴۳

# سورۃ المنافقون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۷۵ 〈۱〉اذا جآءک المنفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ م واللہ یعلم انک لرسولہ ط واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون۔☆ ۹/۲۴۶

۴۷۶ 〈۵〉واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون۔☆ ۹/۲۴۶

۴۷۷ 〈۸〉یقولون لئن رجعنآ الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل ط وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون۔☆ ۹/۲۴۷

# سورۃ التغابن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷۸ ﴿۱۶﴾فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرًا لانفسکم ط ومن یوق شح نفسہ فاولٓئک ھم المفلحون ☆ ۲۲۸/۹

# سورۃ الطلاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷۹ ﴿۱﴾یٓایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ج واتقوا اللہ ربکم ج لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الآ ان یاتین بفاحشۃٍ مبینۃٍ ط وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ط لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا ☆ ۲۴/۹

۲۸۰ ﴿۶﴾اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضآروھن لتضیقوا علیھن ط ان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ج فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن ج واتمروا بینکم بمعروفٍ ج وان تعاسرتم فسترضع لہ اخرٰی ☆ ۲۵۱/۹

# سورۃ التحریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸۱ ﴿۴﴾ان تتوبآ الی اللہ فقد صغت قلوبکما ج وان تظھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین ج والمٰٓئکۃ بعد ذلک ظھیر ☆ ۲۵۲/۹

۲۸۲ ﴿۵﴾عسٰی ربہٓ ان طلقکن ان یبدلہٓ ازوجًا خیرًا منکن مسلمٰت مؤمنٰت قٰنتٰت تٰئبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت ثیّبٰت وابکارًا ☆ ۲۲۵/۹

# سورۃ الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ القلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ المعارج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سورۃ نوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الجن

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ المزمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سورۃ المدثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الانسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ النبا

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ النازعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سورة التكوير

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة الاعلى

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة الغاشية

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة البلد

بسم الله الرحمن الرحيم

# سورۃ الشمس

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



# سورۃ الم نشرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا



# سورۃ العلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سورة الماعون

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة الكوثر

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة المسد

بسم الله الرحمن الرحيم



# سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

# سورة الفلق

بسم الله الرحمن الرحیم



# سورة الناس

بسم الله الرحمن الرحیم
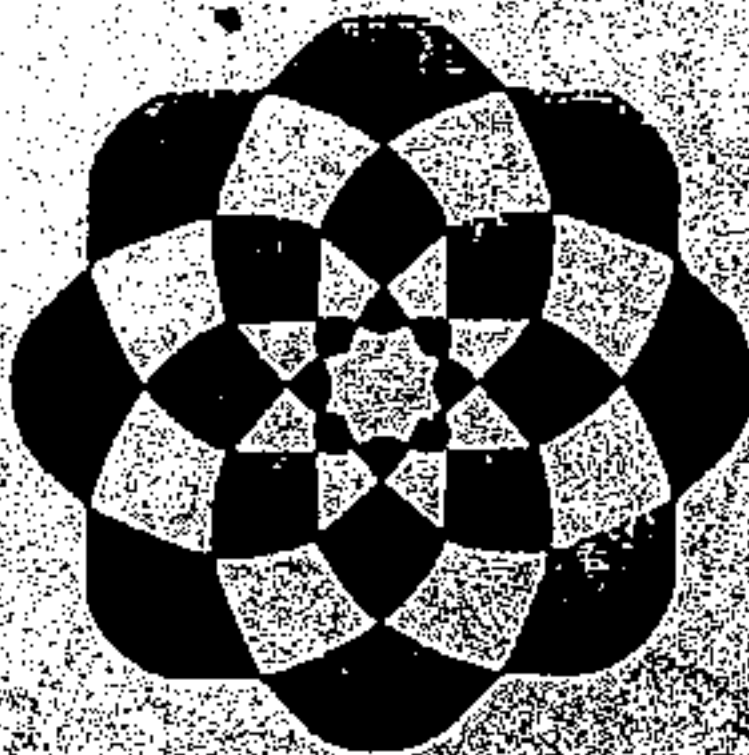
# جامع الاحادیث مکمل دس جلدوں کا

# اجمالی خاکہ



**تلک عشرة کاملة**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

# سیرتِ محمدیہ

ترجمہ

# مواہبِ لدنیہ

تصنیف

شیخ المورخین حضرت امام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تدوینِ جدید

مکرم جناب محمد عبد الستار طاہر مسعودی زید مجدہٗ

تحریک

مولانا محمد منشا تابش قصوری
صدر ادارہ ریاض المصنفین لاہور

ناشر
شبیر برادرز ○ ۴۰۔ اردو بازار لاہور